عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۴ | ۲۹ جمادی الثانی تا ۵ رجب المرجب ۱۴۴۶ھ مطابق یکم تا ۷ جنوری ۲۰۲۵ء | شمارہ: ۰۱

شیخ عبدالقادر جیلانی
حیات و تعلیمات

سوشل میڈیا کے مُصلحین و مُفکرین

دُعاء آداب

نوجوانوں پر کس طرح محنت کی جائے؟

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

مرحوم کے ترکہ کی تقسیم

س:......ایک شخص کا انتقال ہوا، اس کے ورثا میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے اور کُل ترکہ کی مالیت چوبیس لاکھ روپے ہے، دونوں بچوں میں کس طرح تقسیم ہوں گے؟

ج:...... مرحوم کے کُل ترکہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جس میں سے دو حصے اس کے بیٹے کو اور ایک حصہ بیٹی کو ملے گا۔ لہٰذا کُل ترکہ ۲۴ لاکھ روپے میں سے آٹھ لاکھ روپے مرحوم کی بیٹی کو جبکہ سولہ لاکھ روپے مرحوم کے بیٹے کو ملیں گے۔

نمازِ جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا

س:...... کیا نماز جنازہ کی دعا جو ہم پڑھتے ہیں اور نماز کی کتابوں میں بھی درج ہے، یعنی: ''أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا...الخ'' یہ صحیح نہیں ہے؟ آج کل ایک ویڈیو وائرل ہو رہی ہے، جس میں کہا جا رہا ہے کہ یہ دعا صحیح نہیں؟ کیونکہ اس میں میت کے لئے دعا کے الفاظ ہی نہیں، لہٰذا یہ دعا نہ پڑھیں بلکہ اس کے بجائے ایک دوسری دعا پڑھیں جو اس طرح ہے: ''أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ....'' اس بارہ میں وضاحت فرما دیں! کیا یہ صحیح ہے؟

ج:...... نمازِ جنازہ خود دعا ہے، جو میت کے لئے مشروع ہوئی ہے۔ اور نمازِ جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد جو مشہور دعا پڑھی جاتی ہے، یہ بھی حدیث مبارکہ میں وارد ہے:

''عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ قَالَ: أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا، أَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَأَحْيِهٖ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْإِيْمَانِ۔'' (رواہ احمد وابو داؤد والترمذی وابن ماجہ ورواہ النسائی عن ابی ابراھیم...الخ، مشکوٰۃ ص:۱۴۶، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

علماء کرام نے عوام کی سہولت اور آسانی کے لیے اس دعا کو اپنی کتابوں میں درج کیا، تا کہ پڑھنے اور یاد کرنے میں آسانی ہو۔ احادیث مبارکہ میں اس کے علاوہ بھی دعائیں آتی ہیں، جن میں مذکر اور مؤنث کے صیغوں کو یاد کرنا اور اس کی رعایت کرنا عام آدمی کے لئے مشکل ہے۔ اگر کوئی یاد کرنا اور پڑھنا چاہے تو بہت بہتر ہے، لیکن مذکورہ دعا کو غلط کہنا یا غلط سمجھنا درست نہیں۔

وراثت کی تقسیم

س:......ایک عورت کا انتقال ہوا، اس کے ورثاء میں شوہر، ماں، چھ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے، اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا اور ہر ایک کو کتنے حصے ملیں گے؟ اس سلسلہ میں راہنمائی فرمائیں۔

ج:......صورت مسؤلہ میں مرحومہ کی تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو شرعاً ایک سو بانوے حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جس میں سے ۴۸ حصے اس کے شوہر کو اور ۳۲ حصے اس کی ماں کو اور چودہ چودہ حصے ہر ایک بیٹی کو جبکہ ۲۸ حصے بیٹے کو ملیں گے۔

واللہ اعلم بالصواب!

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۴۴ ۲۹؍جمادی الثانی تا ۵؍رجب المرجب ۱۴۴۶ھ مطابق یکم تا ۷؍جنوری ۲۰۲۵ء شمارہ: ۱

سرپرست
حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

قرآن کریم کی عظمت اوراس کے حقوق	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
سوشل میڈیا کے مصلحین ومفکرین	۸	مولانا محمد رضی الرحمٰن قاسمی
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امرا	۱۱	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
حضرت سیّدنا ابوبکر صدیقؓ کے کارنامے (۳)	۱۴	حضرت مولانا سیّد محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ
نوجوانوں پر کس طرح محنت کی جائے؟	۱۹	الحاج محمد فہد صدیقی صاحب
کاتبِ قرآن محمد راشد سیال کی رحلت	۲۲	جناب ارشد خرم صاحب
پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	۲۳	مولانا ندیم احمد انصاری
دعا کے آداب	۲۶	مولانا ابوبکر حنفی شیخوپوری

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقی وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط:۱۰۷ فصل:.....۳ہجری کے سرایا

۳۵:.....اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت ابوزید الانصاری شہید ہوئے، یہ ان چھ حضرات میں تھے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن جمع کیا تھا، ابوزیدؓ کے نام میں بہت ہی اختلاف ہے، بعض نے قیس بن السکن کہا ہے اور بعض نے کچھ اور۔

۳۶:.....اسی سال غزوۂ اُحد میں اِمام زہریؒ کے دادا عبداللہ بن شہاب کافروں کی صف میں تھے، (امام زہریؒ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب) مسلمانوں سے لڑائی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیراندازی کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زخم پہنچایا، مگر بعد میں اسلام کی سعادت انہیں بھی نصیب ہوئی، یہ ''عبداللہ اصغر'' کہلاتے ہیں اور اِمام زہریؒ کے پدری سلسلے سے جدِ اعلیٰ ہیں، اور دُوسرے ''عبداللہ اکبر'' ہیں، جو اِمام زہریؒ کے مادری سلسلے کے جدِ اعلیٰ ہیں، اور یہ قدیم الاسلام ہیں، حبشہ کی طرف ہجرت کی، مگر ہجرتِ مدینہ سے قبل مکہ ہی میں انتقال کیا۔ حافظ سہیلیؒ نے ''الروض الانف'' میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

۳۷:.....اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت مخیریق شہید ہوئے، ان کا تعلق یہود کے قبیلے بنونضیر سے تھا، اسی سال غزوۂ اُحد سے قبل اسلام لائے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے، رضی اللہ عنہ۔ ان کے پاس دیگر اموال کے علاوہ سات باغ تھے، غزوۂ اُحد کے لئے جانے سے پہلے فرمایا: ''اگر میں اس لڑائی میں کام آؤں تو میرا سارا مال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، آپ اسے جو چاہیں کریں۔'' پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ اُحد سے واپس ہوئے تو یہ سارے مال اور باغ وقف کردیئے، یہ اسلام میں سب سے پہلا وقف تھا۔ کہتے ہیں کہ علمائے یہود میں سے صرف دو شخص اسلام لائے، حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت مخیریق رضی اللہ عنہما۔

۳۸:.....اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت ابوحبہ (حاء مہملہ، باء موحدہ مشدّد) ابنِ ثابت بن نعمان بن اُمیہ الانصاری البدری رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، انہیں سے بروایت ابنِ حزم اِمام بخاریؒ وغیرہ نے حدیثِ معراج کا کچھ حصہ روایت کیا ہے، ابنِ حزم کی روایت ان سے مرسل ہے، ابوحبہؓ کے نام میں اختلاف ہے، بعض نے ''عمروؓ'' کہا ہے اور بعض نے کچھ اور۔

۳۹:.....اسی سال غزوۂ اُحد میں عبید بن تیہان (بفتح تاء، وکسر یاء مشدّدہ، پھر ہا، پھر الف) رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

۴۰:.....اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، یہ بیعتِ عقبہ ثالثہ میں شریک تھے، اور مدینہ کے بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کے ساتھ ان کی مواخات قائم کی تھی۔

۴۱:.....اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، اور سعد بن ربیعؓ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کئے گئے، تمام شہدائے اُحد دو دو، تین تین، ایک ایک قبر میں دفن کئے گئے تھے، سعد بن ربیع، خارجہ بن زید کے بھتیجے ہیں، ابوزہیر میں دونوں جمع ہوجاتے ہیں۔ حضرت خارجہؓ بیعتِ عقبہ اور جنگِ بدر میں شریک ہوئے، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خسر تھے، ان کی صاحب زادی حبیبہ بنتِ خارجہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان (حضرت عائشہؓ) کے دونوں بھائیوں اور دونوں بہنوں کے بارے میں وصیت فرمائی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''بھائی تو خیر دو ہیں، مگر میری بہن تو ایک ہی اسماء ہیں، دُوسری کون ہے؟'' فرمایا: ''بنتِ خارجہ ابوبکر کی اہلیہ اُمید سے ہیں، میرا خیال ہے لڑکی ہوگی۔'' چنانچہ آپؓ کی وفات کے بعد اُمِّ کلثوم بنتِ ابی بکر کی ولادت ہوئی، اور یہ واقعہ آپؓ کی کرامات میں شمار کیا گیا۔ حضرت خارجہؓ کے صاحبزادے زید بن خارجہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے وفات کے بعد کلام کیا تھا، اور بعض نے ان صاحب کا نام ''ابوخارجہ'' بتایا ہے، پہلا قول ہی صحیح ہے، ابنِ اثیرؒ نے ''اُسد الغابہ'' میں اس کی تصریح کی ہے۔ (جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

قرآنِ کریم کی عظمت اور اس کے حقوق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

ہمارے اکابر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہید اور مفتی مزمل حسین کاپڑیا نور اللہ مراقدھم کی دعاؤں، سرپرستی اور جدوجہد سے اقرأ روضۃ الاطفال ٹرسٹ کے نام سے لگایا ہوا پودا، جو اب ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ ایک مکان سے شروع ہونے والا یہ ادارہ اب پورے پاکستان میں دو سو سے زائد برانچوں اور ۹۰ ہزار سے زائد طلبہ کی تعلیم اور تعلّم پر مشتمل ادارہ بن چکا ہے۔ اس کی راول پنڈی زون کی نشانِ اقرأ کی تقریب میں راقم الحروف کو چند غیر مرتب جملے کہنے کا موقع ملا۔ افادۂ عام کی غرض سے اسے ہفت روزہ ختم نبوت میں بطور اداریہ شامل اشاعت کیا جارہا ہے:

"خطبہ مسنونہ...... "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ..." (الحجر:۹) "وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ" (رواہ مسلم، کتاب فضائل القرآن)

میں اور آپ خوش قسمت ہیں کہ آج قرآن کریم کی نسبت سے یہاں جمع ہوئے۔ آج کا دن ہمارے لئے بہت ہی خوشیوں سے بھرا ہوا دن ہے کہ آج ہم ان بچوں کی زیارت کریں گے، جن کے سینوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے لئے منتخب کیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: "ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا" (فاطر:۳۲) ترجمہ: "پھر ہم نے وارث کیے کتاب کے وہ لوگ جن کو چُن لیا ہم نے اپنے بندوں میں سے۔" (ترجمۂ شیخ الہندؒ)

یہ بھی اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا۔ یہ بچے اللہ کے منتخب شدہ بچے ہیں۔ ہمارے ایک بزرگ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ ہماری جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ ہیں، انہوں نے کراچی کے ایک ادارے میں بیان کرتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی کہ آپ اپنی دکان، گھر، خواہ کہیں بھی ہوں، سامنے سے قرآن کریم پڑھنے پڑھانے والا گزرے تو اسے دیکھ کر مسکرادیا کریں اور خود سے کہیں کہ میں کتنا خوش قسمت ہوں کہ آج میں نے اس بندے کی زیارت کی ہے جو سارا دن قرآن کریم پڑھتا ہے، آج اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نعمت دی ہے، تو میں گواہی دیتا ہوں کہ قیامت کے دن ہماری یہ نیکی اللہ کے ہاں قبول ہوگی کہ ہم نے ایک قرآن پڑھنے والے کو دیکھ کر خوشی محسوس کی تھی۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا تکلم فرمایا ہے، جیسے اُس کی شان ہے۔ اِس کو علماء کہتے ہیں: کلام نفسی۔ سمجھانے کے لئے کہ جیسے ہم بولتے کم ہیں لیکن ہمارے دل ودماغ میں بہت ساری باتیں چل رہی ہوتی ہیں، نہ ان کے الفاظ ہیں، نہ ان میں تسلسل ہے، لیکن یہ بلا ترتیب باتیں ہم سوچ رہے ہوتے ہیں کہ میں یہ کروں گا، اس سے ملوں گا۔ ان کے الفاظ نہیں ہوتے، یہ ہے: کلام نفسی۔ یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو الفاظ سے پاک ہے اور وہی قرآن کریم جبرئیل علیہ السلام لائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر القاء کیا۔ كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ

وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلاً (الفرقان:۳۲) ترجمہ: ’’اِسی طرح اُتارا تاکہ ثابت رکھیں ہم اس سے تیرا دِل اور پڑھ سُنایا ہم نے اِس کو ٹھہر ٹھہر کر۔‘‘ تھوڑا تھوڑا، ۲۳ سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ اقدس پر اتارا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات نور ہے، قرآن کریم بھی نور ہے۔ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا (النساء:۱۷۴) ترجمہ: ’’اور اُتاری ہم نے تم پر روشنی واضح‘‘ اللہ بھی نور اور اللہ کا قرآن بھی نور، لانے والا بھی نورانی، یعنی جبرئیل علیہ السلام۔ نور کو برداشت کرنا آسان نہیں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب قرآن کریم کا نزول ہوتا تھا تو احادیث میں آتا ہے کہ سخت سردی کے موسم میں بھی آپ کے چہرۂ مبارک پر پسینہ آجاتا تھا۔ اگر آپ سواری پر ہیں تو سواری بوجھ برداشت نہیں کرسکتی تھی، ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ایک لفظ ’’أُولِي الضَّرَرِ‘‘ نازل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ران پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے، جب وحی آئی تو یوں لگتا تھا کہ میری یہ ران ریزہ ریزہ ہوجائے گی، برداشت نہیں کرسکے گی۔ اتنا مشکل ہوتا تھا! اور قرآن کریم خود کہتا ہے: ’’لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ‘‘ (الحشر:۲۱) ترجمہ: ’’اگر ہم اُتارتے یہ قرآن ایک پہاڑ پر تو تُو دیکھ لیتا کہ وہ دب جاتا پھٹ جاتا اللہ کے ڈر سے۔‘‘ (ترجمۂ شیخ الہندؒ)

ہمارے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے: ’’قرآن کریم جلال ہی جلال ہے، لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اطہر پر نازل کیا گیا اور آپ نے اپنی زبانِ مبارک سے اس کو ادا کیا تو اس میں جمال آگیا، ٹھنڈک آگئی۔ اب اسے ہر آدمی پڑھ سکتا ہے، بینا بھی پڑھ رہا ہے، نابینا بھی، بچہ بھی پڑھ رہا ہے، بزرگ بھی۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے ادا کیا ہوا قرآن کریم ہے۔‘‘

یہ قرآن کریم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو دیا، صحابہؓ نے تابعینؒ کو دیا اور چلتے چلتے ہمارے استادوں نے ہمیں دیا، اب یہ معلمین اور معلمات اس امانت کو ان بچوں کی طرف منتقل کررہے ہیں، اور ان شاء اللہ! قیامت تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ’’اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ‘‘ (رواہ مسلم، کتاب فضائل القرآن) یعنی: ’’جو قرآن کریم کا ماہر ہے، حافظ ہے، بار بار اس کو پڑھتا ہے تو قیامت کے دن اس کا شمار ان فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو قرآن کریم پہنچانے کی ڈیوٹی اور ذمہ داری پر مامور تھے۔‘‘ جبرئیل علیہ السلام نے یہ کلام اللہ سے لیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا۔ ’’لینا اور پہنچانا‘‘ ذمہ داری ہے، آج انہی معلمین ومعلمات نے اپنے اساتذہ سے قرآن کریم کو لیا اور بچوں تک منتقل کیا۔ ان شاء اللہ! یہ بچے آگے قرآن کریم پہنچائیں گے۔

قرآن کریم صرف الفاظ کا نام نہیں ہے، قرآن کریم الفاظ اور معانی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں اور معانی بھی اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اطہر پر القاء کیے، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے امت تک پہنچائے۔ اور الفاظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوں، مراد اللہ کی ہو، یعنی جو معانی اللہ نے آپ کے دل میں ڈالے لیکن اس کے الفاظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں؛ اس کو حدیث اور سنت کہا جاتا ہے۔ دونوں کے مجموعے کا نام قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم خود گواہی دیتا ہے: وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (النحل:۴۴) ’’اور اُتاری ہم نے تجھ پر یادداشت کہ تُو کھول دے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اُتری اُن کے واسطے تاکہ وہ غور کریں۔‘‘ ’’اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ‘‘ (القیامۃ:۱۷،۱۸،۱۹) ترجمہ: ’’وہ تو ہمارا ذمہ ہے اس کو جمع رکھنا سینہ میں اور پڑھنا تیری زبان سے پھر جب ہم پڑھنے لگیں فرشتہ کی زبانی تُو ساتھ رہ اُس کے پڑھنے کے پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اس کو کھول کر بتانا۔‘‘ (ترجمۂ شیخ الہندؒ)

قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بھیجا ہے کہ ہم اس کو سیکھیں، یہ قرآن کریم کا حق ہے۔ بڑوں کو بھی چاہئے کہ سیکھیں۔ یہ نہیں کہ اپنے بڑوں سے جیسا تیسا پڑھ لیا۔ لوگ ہم پر ہنستے ہیں کہ ان کے لئے قرآن کریم آیا ہے اور یہ قرآن کریم نہیں سیکھتے۔ اتنا سیکھنا تو فرض ہے کہ جس سے چار رکعت نماز درست ہو سکے۔ مثلاً اَلحمدُ بامعنی ہے، جب کہ اَلھمدو (''ح'' کی بجائے ''ھ'' پڑھنا اور ''ذ'' کو کھینچ کر ''و'' کی طرح پڑھنا) یعنی مہمل پڑھنا، اس کا کوئی معنی نہیں ہے۔

اس کی تلاوت کرنا ہماری ذمہ داری ہے، ہمارے گھروں سے یہ چیز اٹھ گئی ہے، پابندی کے ساتھ نہیں ہے، مشکل اوقات میں پڑھتے ہیں بس، حالانکہ ترتیب کے ساتھ اپنا وظیفہ بنا کر اسے پڑھنا چاہئے۔ یہ قرآن کریم کا حق ہے۔

قرآن کریم کو سمجھنا اس کا حق ہے۔ کم از کم دو یا تین آیات تو روزانہ ترجمے کے ساتھ پڑھنا چاہیے تاکہ پتا چلے کہ قرآن کریم ہم سے کیا کہتا ہے! علماء کے تراجم و تفاسیر موجود ہیں، انہیں سامنے رکھا جائے۔

قرآن کریم پر عمل کرنا اور اس کی اشاعت کرنا بھی اس کا حق ہے۔ اپنی اولاد کو پڑھانا، اور قرآن پڑھنے پڑھانے والوں کے ساتھ تعاون کرنا بھی اشاعت ہے۔ یہ قرآن کریم ان شاء اللہ! ہماری سفارش کرے گا۔ ارشادِ نبوی ہے کہ قرآن کریم اور روزہ یہ دونوں بندے کی سفارش کریں گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی سفارش رد نہیں فرمائے گا۔ اور اگر ہم قرآن نہیں پڑھیں گے، تو یہ ہمارے خلاف دعویٰ کرے گا کہ یا اللہ! انہوں نے مجھے چھوڑ دیا تھا، مجھے پڑھا نہیں تھا۔ ''وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا'' (الفرقان:۳۰) ترجمہ: ''اور کہا رسول نے اے میرے رب! میری قوم نے ٹھہرایا ہے اس قرآن کو جھک جھک کر۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ) قرآن کی بات نہ ماننا، یہ بھی اسے چھوڑ دینا ہے اور ماننے کے باوجود عمل نہ کرنا اور تلاوت نہ کرنا، یہ بھی چھوڑ دینا ہے۔ حدیث میں ہے: اَلْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَّکَ اَوْ عَلَيْکَ۔ (مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضائل وضو) ترجمہ: ''قرآن کریم آپ کے حق میں گواہی دے گا یا آپ کے خلاف۔''

تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ یہ ختم نبوت کی دلیل اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم کے حافظ ہیں، اسی طرح آپ کی امت میں بھی اللہ تعالیٰ نے حفاظ پیدا فرمائے ہیں۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سال میں ۸۰ ہزار اور اقرأ روضۃ الاطفال کے سالانہ چھ ہزار حفاظ تیار ہوئے ہیں۔ اس سے بڑی خدمت خلق کیا ہوگی کہ اللہ کا کلام اس کی مخلوق تک پہنچانا! پہلے انبیاء حافظ ہوتے تھے مگر ان کی امتیں حافظ نہیں ہوتی تھیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم کے حافظ ہیں، آپ کی امت بھی قرآن کی حافظ ہے۔ چوں کہ قرآن کریم نے ہمیشہ رہنا ہے، اس کی حفاظت کے اسباب میں سے ایک سبب اپنے بچوں کو حافظ بنانا ہے۔

یہ اللہ کا نور بھی ہے اور نور کبھی ختم نہیں ہوتا۔ دنیا میں بھی، قبر میں بھی، حشر میں اور ان شاء اللہ! جنت میں بھی یہی قرآن پڑھا اور پڑھایا جائے گا۔ یہ حفاظ جنت میں پڑھیں گے، اچھے اچھے قاری پڑھیں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت فرمائیں گے، آخر میں اللہ تعالیٰ خود اپنا کلام اپنے بندوں کو سنائے گا۔ ہم اس کے ساتھ وابستہ ہوگئے تو یہ بھی جنت میں جائے گا اور ہمیں بھی اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔ قرآن کریم پڑھنے پڑھانے اور حفظ کا نقد فائدہ یہ ہے کہ حافظ کا دماغ کھل جاتا ہے اور وہ دیگر بچوں کی نسبت زیادہ جلدی دنیاوی علوم حاصل کر لیتا ہے، استاذ کی بات کو جلدی سمجھتا ہے اور اچھے نمبروں سے کامیاب ہوتا ہے۔ اسی طرح اس پر عمل بھی کرتا رہے تو آخرت میں بھی سرخ رو ہوگا، ان شاء اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم کے حقوق بجالانے اور قرآن کریم پڑھنے پڑھانے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین!''

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

سوشل میڈیا کے مصلحین ومفکرین

دعوتِ محاسبہ

مولانا محمد رضی الرحمٰن قاسمی

ذرائع ابلاغ میں انقلابی تبدیلیاں:

گزشتہ چند دہائیوں میں ذرائع ابلاغ نے غیر معمولی ترقی کی ہے، اخبار ورسائل سے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا دور آیا، پھر انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے آنے سے ذرائع ابلاغ اس قدر تیز ہو گیا ہے کہ چند دہائیاں قبل اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

کچھ فائدے:

ذرائع ابلاغ کی اس تیز رفتاری سے یقیناً بہت سارے فائدے بھی ہوئے ہیں کہ پہلے جن معلومات کے حصول اور ترسیل میں دنوں، ہفتوں، مہینوں؛ بلکہ سالوں گزر جاتے تھے، ان کا حصول اور ان کی ترسیل چند گھنٹوں، چند منٹوں، بلکہ چند پلوں میں ممکن ہو گئی ہے، یقیناً یہ بڑا انقلاب ہے اور اس کی وجہ سے بہت سارے کاموں میں بہت زیادہ اِنرجی اور وقت بچ جاتے ہیں۔

دعوتی نقطۂ نظر سے بھی ذرائع ابلاغ کی اس ترقی کی وجہ سے کام بہت آسان ہو گیا ہے کہ اپنی چیزیں اور اسلام کا آفاقی پیغام بہتر سے بہتر اُسلوب میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانا نہایت ہی آسان ہو گیا ہے، اسی طرح ملحدین، اسلام دشمن عناصر اور مسلمانوں کے بیچ اور دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے تئیں شبہات پیدا کرنے والوں کا تحقیقی اور بہ وقتِ ضرورت مسکت جواب دینا اور اسے بڑے پیمانے پر لوگوں تک پہنچانا بھی بہت ہی سہل ہو گیا ہے۔

علمی وتحقیقی میدان میں کام کرنے والے افراد کے لیے بھی یہ سہولت ہو گئی ہے کہ وہ اپنے مطلوبہ مواد اور معلومات تک بہ آسانی پہنچ سکتے ہیں اور اس حوالے سے دوسرے ایکسپرٹ اور متخصص لوگوں کی آراء، نقطہ ہائے نظر اور تحقیق سے بہ آسانی استفادہ کر کے اپنے کام کو زیادہ باوزن اور مفید بنا سکتے ہیں اور اس کے بعد اپنی کاوشوں کو استفادے کے لیے بڑے پیمانے پر نشر کر سکتے ہیں۔

چند نقصانات:

ان جیسے اور دوسرے بہت سارے فائدوں کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ کی تیز رفتاری نے اور خاص کر سوشل میڈیا کے بہت زیادہ رواج پا جانے اور ہر عام وخاص کی اس تک بہ سہولت رسائی نے افراتفری کا ماحول اور انفرادی واجتماعی سطح پر انسانی، مذہبی، سماجی اور اخلاقی ایسے چیلنجز کھڑے کر دیے ہیں، جن کا تصور چند دہائیوں قبل ممکن نہیں تھا اور ذرائع ابلاغ کی اس تیز رفتاری خاص کر سوشل میڈیا کے بہ آسانی ہر عام وخاص تک رسائی نے اکثر لوگوں کے حق میں ایسی صورت حال پیدا کر دی ہے، جیسے کہ ناسمجھ بچوں کے ہاتھوں میں کھیلنے کے لیے چھری اور دوسری مہلک چیزیں دے دی جائیں کہ ان چیزوں کا یقیناً صحیح استعمال بھی ہے اور انسانیت کو اس کی ضرورت بھی ہے اور اس سے بہت سارے فائدے بھی ہیں؛ لیکن ناسمجھ بچوں کے ہاتھ میں اُن کا ہونا نقصان، تباہی اور ہلاکت وبربادی ہی کا سبب بن سکتا ہے۔

مختلف سروے کے ذریعے یہ بات معلوم ہوئی ہے، بلکہ ہر معمولی سمجھ بوجھ والا انسان اپنے اردگرد کے مشاہدے کے ذریعے بھی یہ جان سکتا ہے کہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے صارفین میں زیادہ تر لوگ اِن کا اوسطاً 90٪ کے آس پاس بے مقصد اور بسا اوقات تباہ کن استعمال کرتے ہیں۔ اور روزانہ کئی کئی گھنٹے عمر عزیز کے قیمتی اوقات کو ضائع کرتے ہیں؛ حالانکہ اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو یہ بات بالکل سامنے کی ہے کہ ”زندگی درحقیقت وقت ہی کا نام ہے جو کہ ہمیں پیدائش سے لے کر موت کے بیچ تک ملتا ہے۔“ گویا کہ وقت کو ضائع کرنا زندگی کو ضائع کرنا ہے۔

سوشل میڈیا کے مصلحین ومفکرین:

سوشل میڈیا کے اس پھیلاؤ نے ایک اور

بڑا مسئلہ یہ پیدا کیا ہے کہ دینی، سماجی، معاشرتی، اخلاقی، سائنسی، تاریخی اور مختلف میدان میں بزعمِ خود مصلحین اور مفکرین کا ایک بڑا جتھا اپنے خیال کے مطابق انسانیت کی اصلاح اور اس کو نفع پہنچانے کے لیے سوشل میڈیا پر کمربستہ ہوگیا ہے۔

سوشل میڈیا کے مصلحین ومفکرین کے نمایاں اوصاف:

ان مصلحین اور مفکرین کی کارکردگی اور چند نمایاں اوصاف یہ ہیں:

☆... یہ اپنے موضوع سے متعلق بلکہ غیر متعلق ہر اہم اور غیر اہم، بلکہ لغو قسم کی باتوں کو نقل کرنا اور دوسروں تک پہنچانا اپنی نہایت ہی اہم ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

☆... اپنے موضوع سے متعلق اور غیر متعلق مراسلوں اور پوسٹ پر تبصرہ کرنا اور ان کے بارے میں اپنی معقول اور نامعقول رائے اور تجزیہ پیش کرنا نہایت ہی اہم فریضہ اور ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

☆... بیہودہ باتوں کو اور ایسی باتوں کو جو لوگوں کی کردارکشی پر مشتمل ہوں اور جن میں استہزاء اور مذاق اُڑایا گیا ہو، انہیں بہ زعمِ خود بغرضِ اصلاح نہایت ہی مخلصانہ طور پر لوگوں کے درمیان پھیلاتے ہیں۔

☆... بد زبانی اور بیہودہ جملوں کا بے دریغ استعمال نہ صرف روا سمجھتے ہیں؛ بلکہ انھیں اپنے لیے باعثِ عزت وفخر گردانتے ہیں۔

☆... ان کی تحقیقی باتوں میں حقیقتاً تحقیق اور صحیح نتیجے پر پہنچنے کی سچی طلب اور جستجو کے بجائے بدگمانی کا عنصر بڑی وافر مقدار میں ہوتا ہے۔

☆... ’’بغرضِ اصلاح‘‘ مختلف موقعوں پر اپنی بات کی تائید وتصویب میں جھوٹ، دجل وفریب اور حقیقت کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کا بھی کام کرتے ہیں۔

☆... اللہ نے بحیثیت انسان ہر شخص کو عزت وتکریم سے نوازا ہے، یہ اپنے اس طرح کے طرزِ عمل سے جہاں دوسروں کو بے عزت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہیں اپنی سطحیت اور گری ہوئی سوچ کا اظہار کرکے اپنے آپ کو بڑے پیمانے پر بے عزت کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

سوشل میڈیا کے مصلحین ومفکرین کا طرزِ عمل دین اور اخلاق کے میزان میں:

جو لوگ ملحد ہوں، دین اور اخلاق دونوں سے عاری ہوں یا مذہب کے پیروکار ہوں، لیکن اخلاق سے عاری ہوں، ایسے لوگوں کے حق میں تو صرف دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ عزوجل ان کے اندر دین واخلاق پیدا کرے یا یہ کہ اخلاقی قدروں سے ان کی زندگی کو آراستہ کرے!

درج ذیل معروضات ان سوشل میڈیا کے مفکرین ومصلحین کی خدمت میں پیش ہیں، جو نہ تو دین کے منکر ہیں اور نہ ہی ایسے ہیں کہ اخلاقی قدروں کی ان کی نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں ہے:

☆... پہلی بات یہ ہے کہ سماجی اور عقلی طور پر بھی یہ ایک مبینہ حقیقت ہے کہ وہ شخص جو ہر سنی ہوئی اور اس تک پہنچی ہوئی باتوں کو نقل کرتا ہے اور آگے پہنچاتا ہے، وہ بہت ساری باتوں میں جھوٹا ہوتا ہے یا کسی جھوٹے کا آلہ کار بنتا ہے، اسی حقیقت کو سید الاولین والآخرین محمد عربی ﷺ نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

’’کفی بالمرء کذبًا أن یحدث بکل ماسمع.‘‘ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:۵)

ترجمہ: ’’کسی انسان کے جھوٹے ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرے۔‘‘

☆... یہ بات بھی واضح رہے کہ As Received لکھ دینے سے انسان جھوٹے ہونے کے دائرہ سے نہیں نکل جاتا ہے؛ کیوں کہ یہ نہایت ہی سادہ سا سوال ہے کہ کسی بھی فرد کو اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی یا اس تک پہنچی ہوئی بات کو دوسروں تک ضرور منتقل کرے ہی؟!

☆... دوسری بات یہ ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعے یا سوشل میڈیا پر آنے والے ایسے مراسلوں اور پوسٹ پر تبصرہ کرنا یا ان پر کوئی مختصر یا مفصل تجزیاتی تحریر لکھنا جس کا دینی ودنیاوی کوئی فائدہ نہ ہو، لغو کام ہے۔ اور ایک مسلمان کو اور اچھے اخلاق کے حامل فرد کو یہ زیب نہیں دیتا ہے کہ وہ لغو کاموں میں اپنا وقت اور اپنی طاقت صرف کرے، چنانچہ اللہ عزوجل نے مومنوں کے اوصاف میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ وہ لغو کاموں کے پاس سے اعراض کرکے گزر جاتے ہیں:

’’وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا‘‘ (الفرقان:۷۲)

اور سرکارِ دوعالم ﷺ نے تو ایک اچھے مسلمان کی یہ صفت بتائی ہے کہ وہ لغو اور فضول

کاموں سے مکمل طور پر اجتناب و اعراض کرے: ’’من حسن إسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔‘‘ (سنن ترمذی، حدیث نمبر:۲۳۱۷)

☆... تیسری بات یہ ہے کہ بے ہودہ اور فحش باتوں کو پھیلانا نہ تو کسی صاحبِ ایمان کو زیب دیتا ہے اور نہ ہی اچھے اخلاق کے تقاضوں سے میل کھاتا ہے، قرآن کریم نے فحش اور بیہودہ باتوں اور چیزوں کو پھیلانے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے:

’’إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ‘‘ (النور:۱۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ’’مسلمان بیہودہ گوئی کرنے والا اور فحش باتیں کرنے والا ہو ہی نہیں سکتا ہے۔‘‘ (سنن ترمذی، حدیث نمبر:۱۹۷۷)

اور قرآن وسنت سے یہ بات ثابت ہے کہ ایسی باتیں جو کسی کے استہزا پر مشتمل ہوں، بدترین قسم کا اخلاقی جرم اور صریح ظلم ہے۔ (الحجرات:۱۱، سنن ابوداود، حدیث نمبر:۴۸۷۵، صحیح بخاری، حدیث نمبر:۳۰)

۴- چوتھی بات یہ ہے کہ بدگمانی ایک نہایت ہی بدترین قسم کی صفت ہے، چنانچہ اسی وجہ سے اللہ عزوجل نے بدگمانی تو کجا بہت زیادہ گمان اور ظن سے بھی کام لینے سے منع فرمایا:

’’يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ‘‘ (الحجرات:۱۲)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔‘‘

☆... پانچویں بات یہ ہے کہ جھوٹ بولنا وہ بدترین عمل ہے جو عقل، شریعت اور سماج ہر ایک کی نگاہ میں قابلِ مذمت ہے۔ قرآن وسنت کے مختلف نصوص میں بھی اس کی قباحت و شناعت کا ذکر موجود ہے۔‘‘ (ج:۳۰، صحیح بخاری، حدیث نمبر:۳۳)

☆... چھٹی بات یہ ہے کہ بحیثیت انسان اللہ عزوجل نے ہر انسان کو معزز ومکرم بنایا ہے، قرآن کریم میں ہے:

’’وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ‘‘ (الاسراء:۷۰)

ترجمہ: ’’اور ہم نے انسان کو باعزت بنایا۔‘‘

اور یہ کہ عزت اور ذلت اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

’’وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ‘‘ (آل عمران:۲۶)

ترجمہ: ’’اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔‘‘

اپنی باتوں اور کارکردگی کے ذریعے کسی کو بے عزت کرنے کی کوشش کرنا نہایت ہی مکروہ اور گھناؤنا عمل ہے۔ نیز جھوٹ، بدگمانی، دجل و فریب، استہزاء، نامعقول رائے اور لغو قسم کی باتوں کے ذریعے دوسروں کو بے عزت کرنے کی کوشش درحقیقت اپنے آپ کو بھی بے عزت کرنے کو مستلزم ہے اور خود کو بے عزت کرنے کی کوشش عقل وشرع دونوں کے میزان میں ایک احمقانہ حرکت ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے نبی اکرم ﷺ کو انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کے لیے بھیجا تھا، لیکن قرآن کریم میں متعدد جگہ اس بات کی صراحت بھی فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری بہتر اسلوب میں اللہ کی طرف سے آئے ہوئے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے، زبردستی لوگوں کو دین پر لانا اور اُن کو اچھے اخلاق سے متصف کرنا آپ ﷺ کے دائرہ کار میں نہیں ہے: ’’لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ‘‘ (الغاشیۃ:۲۲، نیز دیکھیے: الکہف:۶)

ہم اور آپ رسول اللہ ﷺ کے دعوت و اصلاح کے کاموں میں نائب ہیں، لہٰذا ہماری بھی ذمہ داری بس اتنی ہے کہ ہم لوگوں تک صحیح پیغام پہنچانے کی کوشش کریں؛ لیکن اصلاح کی اس کوشش میں یہ ہمارے لیے لازمی اور ضروری ہے کہ صحیح اسلامی اور اخلاقی خطوط پر یہ کام کریں، اصلاح کے نام پر غیر اخلاقی ہتھکنڈوں کو استعمال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ درحقیقت یہ اصلاح کا طریقہ بھی نہیں ہے؛ بلکہ اپنے نفس اور شیطان کی پیروی ہے اور اپنے اندر پائی جانے والی غیر اخلاقی خواہشات کی تسکین کا ایک ذریعہ ہے۔ سوشل میڈیا کے ایسے مصلحین اور مفکرین سے میری یہ درخواست ہے کہ وہ کتاب وسنت، عقلِ سلیم اور اخلاق کے معیار کو سامنے رکھ کر یہ غور کریں کہ کیا واقعی وہ مصلحین اور مفکرین ہیں یا اپنے غیر اخلاقی جذبات کی تسکین کا سامان فراہم کرنے کی کوشش میں لگے ہیں؟! اور درحقیقت اصلاح کے پردے میں فساد پھیلانے کا بدترین کام کر رہے ہیں؟! جس پر اللہ عزوجل نے سخت وعید فرمائی ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امراء

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۸۴ء میں لدھیانہ میں اپنی جھوٹی جماعت کی بنیاد رکھی اور ۱۸۸۴ء میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے جدامجد مولانا محمدؒ اور ان کے بھائیوں مولانا عبداللہؒ اور مولانا اسماعیلؒ نے مرزا قادیانی کے کفر کا فتویٰ جاری کیا۔

مرزا قادیانی کو برطانوی سامراج کی مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ علماء لدھیانہ کے بعد علماء اہلحدیث، علما دیوبند اور تمام مسالک کے علماء کرام نے اس کے کفر پر فتاویٰ جاری کئے۔ قادیان میں علماء کرام ہر سال اجتماعات منعقد کرتے تو قادیانی لٹھ بردار علماء کرام پر حملے کرتے اور انہیں ٹکنے نہ دیتے۔

امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ۱۹۳۰ء میں انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ اجتماع میں پانچ سو علماء کرام کی موجودگی میں خطیب اعظم، بطل حریت، حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہاتھ پر بیعت فرما کر انہیں امیر شریعت قرار دیا۔ ۱۹۲۹ء میں مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی جاچکی تھی، تو امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے شاہ جیؒ اور مجلس احرار اسلام کو تحریک آزادی کے ساتھ ساتھ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی ڈیوٹی سپرد کی۔ اس سے پہلے علماء کرام قادیانیت کو صرف مذہبی فتنہ قرار دے کر اس کا تعاقب جاری رکھے ہوئے تھے آل انڈیا مجلس احرار اسلام نے اس کا مذہبی کے ساتھ ساتھ سیاسی تعاقب شروع کیا اور قادیان میں دفتر قائم کیا اور اس کا ایک غیر سیاسی شعبہ ”شعبہ تبلیغ“ رکھا اور قادیان میں مسجد، مدرسہ اور دفتر کا قیام عمل میں لایا گیا اس شعبہ نے ۱۹۳۴ء میں ختم نبوت کانفرنس کا آغاز کیا۔

گورنمنٹ نے یہ کہہ کر پابندی لگادی کہ جس شہر میں جس مذہب و مسلک کی اکثریت ہوگی وہ تبلیغی کام کرے گا، چونکہ قادیان میں مرزائی اکثریت میں ہیں، لہٰذا مسلمان کانفرنس نہیں کرسکتے۔ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے گورنمنٹ انگلشیہ کے اس اعلان کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ جہاں جس کی اکثریت ہوگی وہ پروگرام منعقد کرسکے گا تو پورے ہندوستان میں قادیانی کہیں بھی پروگرام منعقد نہیں کرسکتے، کیونکہ پورے ملک میں کہیں بھی قادیانی اکثریت میں نہیں ہیں تو گورنمنٹ نے اپنا اعلان واپس لے لیا۔

قادیان میں فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ اور مولانا عنایت اللہ چشتی کی ڈیوٹی لگائی گئی اور ضیغم احرار جناب ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کی سرپرستی اور قیادت میں مذکورہ بالا حضرات نے پُرامن تبلیغی جدوجہد کا آغاز کیا اور قادیان میں خلیفہ قادیان کی سنگینی کو توڑا۔

قیامِ پاکستان کا اعلان ہوا تو خلیفہ قادیان مرزا بشیرالدین محمود نے برقعہ اوڑھ کر قادیان سے شکر گڑھ اور لاہور میں آکر سانس لیا۔

بدقسمتی سے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ آنجہانی ظفراللہ خان قادیانی کو مقرر کیا گیا تو قادیانی لاٹ پادری نے ظفراللہ خان اور محترمہ عابدہ حسین جھنگ کے چچا ذاکر حسین کے ذریعہ پنجاب کے آخری انگریز گورنر سرفرانسس موڈی سے چنیوٹ سے دس کلومیٹر پر چک ڈھگیاں میں ۱۰۳۴ ایکڑ زمین دو پیسے مرلہ کے حساب سے لی اور قادیانیوں نے ربوہ کے نام سے اپنا علیحدہ ملک بسایا۔ جیسے مملکت کا نظام ہوتا ہے اور اسے چلانے کے لئے وزارتیں قائم کی جاتی ہیں قادیانیوں نے نظارت کے نام سے وزارتیں قائم کیں۔

مجلس احرار اسلام نے بوجوہ تحریک پاکستان میں حصہ نہیں لیا تھا۔ احرار سرکار کے معتوب تھے اور قادیانیوں نے بھی انہیں کانگریسی، احراری اور ملک دشمن کہہ کر پورے ملک میں طوفان برپا کردیا، تاکہ ان کے خلاف اٹھنے والی آواز کو دبایا جاسکے، احرار راہنما اس کا جائزہ لے رہے تھے، جبکہ قادیانیوں نے الہامی

طور پر پاکستان کی مخالفت کی اور اکھنڈ بھارت کا نظریہ پیش کرتے ہوئے قادیانی لاٹ پادری نے کہا کہ ملک تقسیم ہوا تو یہ تقسیم عارضی ہوگی اور ہم کوشش کریں گے کہ ہندو اور مسلمان شیر وشکر ہوجائیں اور ہم کسی نہ کسی طریقہ سے اکھنڈ بھارت بنائیں گے۔

مرزا محمود قادیانی کے اس اعلان کے بعد ضروری ہوگیا کہ قادیانیوں کا مذہبی اور سیاسی احتساب جاری رکھا جائے اور قادیانیوں کا بھرپور تعاقب کیا جائے، چونکہ مجلس احرار کے نام سے بہت سے لوگوں کو خدا واسطے کا بیر تھا، تو راہنمایانِ احرار جنوری ۱۹۴۹ء میں جمع ہوئے اور انہوں نے سوچا کہ بات نام کی نہیں، کام کی ہے، کام ہونا چاہئے اور احرار نے سیاسی کام ختم کرکے تحفظ ختم نبوت کے کام کا اعلان کیا۔

حالات کے تقاضے اور احباب کی رائے کے مطابق غیر سیاسی جماعتی ’’مجلس تحفظ ختم نبوت‘‘ کا قیام عمل میں لایا گیا اور اس کے بانی ممبران میں حضرت امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا محمد عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ، مولانا محمد عبداللہ ساہیوال، مولانا نذیر حسینؒ پنوعاقل، مولانا غلام محمد علی پوریؒ اور کچھ اور بزرگ بھی شامل تھے۔

مجلس کے دستور میں یہ لکھ دیا گیا کہ مجلس کا (الیکشنی) سیاست سے تعلق نہ ہوگا، نہ ہی مجلس فرقہ واریت میں حصہ لے گی۔

اس کا فائدہ یہ ہوا کہ تمام سیاسی و مذہبی اداروں سے منسلک افراد مجلس کے پلیٹ فارم سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کے تعاقب کے لئے سرگرم عمل ہوگئے۔

جب مجلس احرار اسلام سے پابندی ہٹ گئی تو کئی ایک احرار راہنماؤں نے اپنے سابقہ پلیٹ فارم سے قادیانیت کے تعاقب اور دوسرے دینی و سیاسی مسائل کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیا۔ ان میں حضرت شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، مولانا سید ابوذر بخاریؒ، مولانا عبیداللہ احرارؒ، چوہدری ثناء اللہ بھٹہؒ اور دیگر راہنما احرار کے نام سے جدوجہد میں مصروف رہے۔

چونکہ جماعت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی اثاثے بھی تقسیم کرلئے گئے۔ لاہور میں دفتر دو حصوں میں تھا اور کرایہ پر تھا۔ ایک حصہ احرار کے کھاتے میں آیا جو بعد میں مولانا سید ابوذر بخاریؒ نے خرید لیا۔ آگے چل کر اسے بیچ کر مسلم ٹاؤن میں ایک عمارت خرید کر اپنا مرکز بنایا۔

جو حصہ مجلس کے پاس آیا وہ آج بھی ہمارے پاس ہے۔ راقم الحروف کے برخوردار قاری علی حیدر سلمہ اور اس کی فیملی قیام پذیر ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ناظم اعلیٰ مولانا محمد علی جالندھریؒ قرار پائے، جماعت دو حصوں میں تقسیم ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ پیار ومحبت کی فضا قائم ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام اور شاہ جیؒ کی امارت اور تاحیات امارت، جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ نے پندرہ روزہ احرار مورخہ ۳۰؍اپریل یا ۱۵؍مئی ۱۹۷۰ء میں تحریر کیا۔ مولانا مجاہد الحسینیؒ نے ۱۶؍دسمبر ۱۹۶۹ء میں مجلس کا اجمالی تعارف شائع کیا اور لکھا کہ مجلس بیس سال سے کام کررہی ہے۔ اس سے مجلس تحفظ ختم نبوت کا یوم تاسیس ۱۹۴۹ء معلوم ہوتا ہے۔ نیز مرزا غلام نبی جانبازؒ نے کاروانِ احرار جلد پنجم ص:۱۳۰ پر تحریر فرمایا کہ جنوری ۱۹۴۹ء میں ’’مجلس احرارِ اسلام‘‘ کا سیاسی نظام ختم کردیا گیا اور اس کی جگہ ’’مجلس تحفظ ختم نبوت‘‘ کے نام پر تبلیغی کام کرنے کا فیصلہ ہوا۔ اس ادارہ کے صدر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے۔

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی صاحبزادی محترمہ ام کفیل صاحبہ نے ’’سیّدی وابی‘‘ میں تحریر فرمایا: ’’مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر اول سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے اور آپ تازیست مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے۔‘‘ (ص:۲۹۹، ج:دوم)

آپ (شاہ جیؒ) مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر اور مولانا محمد علی جالندھریؒ ناظم اعلیٰ تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک کے بعد ۱۳؍دسمبر ۱۹۵۴ء کو ملتان میں ایک اجلاس ہوا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی باقاعدہ تشکیل اور ترتیب درست کی گئی۔

حضرت مولانا سید عطاء شاہ بخاریؒ کو باقاعدہ امیر منتخب کیا گیا۔ ۲۱؍اگست ۱۹۶۱ء آپ کی وفات کا سانحہ پیش آیا۔ اس لحاظ سے شاہ جیؒ ۱۴؍ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۱؍اگست ۱۹۶۱ء تک مجلس تحفظ ختم نبوت کے چھ سال آٹھ ماہ نو دن باقاعدہ امیر رہے۔

شاہ جیؒ کی وفات کے بعد خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجلس کے امیر منتخب ہوئے اور آپ ۱۲؍شوال المکرم ۱۳۸۲ھ مطابق ۹؍مارچ ۱۹۶۳ء سے ۹؍شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۳؍نومبر ۱۹۶۶ء تک تین سال آٹھ ماہ ستائیس دن مجلس کے باقاعدہ امیر رہے۔

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی وفات کے بعد مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ مجلس کے تیسرے امیر مقرر ہوئے، آپ مجلس کا مغز تھے۔ آپ نے مجلس کو چہار دانگ عالم شہرت دی۔ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کو یورپ اور دوسرے ممالک کے دورہ پر بھیج کر مجلس کو پوری دنیا میں متعارف کرایا۔ آپ ۹؍شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۳؍نومبر ۱۹۶۶ء سے ۲۴؍صفر المظفر ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۱؍اپریل ۱۹۷۱ء چار سال چار ماہ تیس دن تک مجلس کے امیر و سربراہ رہے۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی رحلت کے بعد مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ مجلس کے چوتھے امیر بنائے گئے اور ۱۱؍جون ۱۹۷۳ء تک مجلس کے امیر رہے۔ آپ کی وفات لاہور میں ہوئی اور تدفین دین پور شریف کے مبارک قبرستان میں ہوئی۔

آپ کی وفات کے بعد عارضی طور پر فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ مجلس کے امیر بنائے گئے، آپ نے اپنی علالت کی وجہ سے اس عہدہ پر برقرار رہنے سے انکار کر دیا۔ مجلس کی مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں آپ کو امارت کے لئے درخواست کی گئی۔ آپ نے اپنی بیماری کا عذر فرمایا، سرائیکی زبان کے نامور رسیلے اور سریلے خطیب حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ نے دفتر کی چابیاں حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی جھولی میں ڈالتے ہوئے کہا کہ یہ جماعت میرے باپ کی نہیں، آپ کے روحانی باپ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی ہے، جن کے علوم کے آپ وارث ہیں۔ انہوں نے یہ امانت شاہ جیؒ کے سپرد کی۔ شاہ جیؒ مولانا قاضی احسان احمدؒ کو دے کر گئے، قاضی صاحبؒ مولانا جالندھریؒ کو، مولانا جالندھریؒ مولانا لال حسین اخترؒ کے سپرد کر گئے، اب ہمارے حلقہ مبلغین میں کوئی شخصیت نہیں جو اس کو سنبھال سکے، تو حضرت بنوریؒ نے تمام معذوریوں اور بیماریوں کے باوجود ۱۵؍ربیع الاول ۱۳۸۴ھ مطابق ۹؍اپریل ۱۹۷۴ء مجلس کی امارت اس شرط پر قبول فرمائی کہ مولانا خواجہ خان محمدؒ نائب امارت کا منصب قبول فرمائیں۔ چنانچہ آپ کے حکمنامہ پر حضرت خواجہ صاحبؒ نے نائب امارت قبول فرمائی۔ آپ کو جماعت کی امام قیادت سنبھالے ہوئے ابھی دو مہینے نہیں گزرے تھے کہ ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو سانحہ ربوہ ہوا تو آپ کو سترہ جماعتوں نے اپنا صدر تسلیم کیا اور آپ کی قیادت میں ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت چلی جو کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے۔

۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخ ساز فیصلہ کے بعد آپ خاموش نہیں بیٹھے، آپ نے افریقی ممالک کا دورہ کیا جس کے نتیجہ میں ہزاروں قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔

آپ کے دورِ امارت میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنی، آپ نے اپنے مختصر دورِ امارت میں مجلس کو ثریٰ سے ثریا تک پہنچایا، آپ کو ۱۵ تا ۱۷؍اکتوبر ۱۹۷۷ء کو دل کا دورہ پڑا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت بنوریؒ کی وفات کے بعد خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمدؒ مجلس کے قائم مقام امیر بنے اور مجلس کی مرکزی مجلسِ عمومی کے اجلاس منعقدہ چنیوٹ میں آپ کو متفقہ طور پر مرکزی امیر منتخب کیا گیا۔ آپ تقریباً ۳۳ سال تک مجلس کے مرکزی امیر رہے۔ بروز بدھ ۲۰؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ مطابق ۵؍مئی ۲۰۱۰ء رات سوا آٹھ بجے رحلت فرما گئے۔ حضرتؒ کی وفات کے بعد حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب کچھ عرصہ نائب امیر رہے۔ ۳۰؍مئی ۲۰۱۰ء مجلس شوریٰ کے اجلاس میں حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر بنائے گئے، یکم فروری ۲۰۱۵ء تک مجلس کے مرکزی امیر رہے۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر اہتمام جنوبی پنجاب ملتان ڈویژن کے مہتممین اور علماء کرام سے خطاب فرمایا اور بیان کے بعد کرسیٔ صدارت پر بیٹھ گئے اور دل کا دورہ پڑا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اگلے دن ۲؍فروری کو کہروڑپکا میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، جس میں ہزاروں سے متجاوز مسلمانوں نے شرکت کی۔ آپ کی وفات کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ مجلس کے قائم مقام امیر بنائے گئے۔ (باقی صفحہ 18 پر)

امیر المومنین سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کارنامے

تیسری قسط

حضرت مولانا سیّد محمد میاں رحمہ اللہ

رفاقتِ رسول کی سند عرشِ معلّٰی سے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ کو لے کر ایسے روانہ ہوئے کہ دشمنوں کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ صبح کو معلوم ہوا تو صفِ ماتم بچھ گئی، تمام کفار میں کھلبلی مچ گئی، اپنی جگہ ہر کافر شرمندہ کہ یہ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ اتنے زبردست پہرہ میں کیسے اور کہاں چلے گئے؟ کفار کی ٹولیوں کی ٹولیاں تلاش کے لئے پھیل گئیں اور گرفتار کرکے لانے والوں کے لئے بڑے انعام کا اعلان کر دیا۔ ایک ٹولی غارِ ثور پر بھی پہنچ گئی، یہ لوگ پہاڑ پر چڑھ کر اِدھر اُدھر تلاش کر رہے تھے، ان کے پاؤں صدیق اکبرؓ غار میں سے دیکھ کر گھبرا رہے تھے کہ دشمن تو یہاں پہنچ گئے، خدا نہ کرے، یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیں تو کیا ہوگا! صدیق اکبرؓ کو اپنا فکر تو بالکل نہ تھا، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فکر میں ایک رنگ آتا تھا اور جاتا تھا، گھبراہٹ کے عالم میں عرض کیا: یارسول اللہ! اب ہم گرفتار کرلیے جائیں گے۔ اسی واقعہ کے متعلق قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

”ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا۔“

(پ:۱۰، ع:۱۲)

ترجمہ: ”دو میں کے ایک جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جبکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے صحابی سے کہہ رہے تھے غم مت کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

اس آیت کریمہ میں سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

(۱) اس آزمائش و ابتلا کے آخری وقت میں صرف دو تھے، ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دوسرے صدیق اکبرؓ۔

(۲) صاحب (صحابی) کا خطاب (سند) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے۔

(۳) خداوندِ عالم کی معیت۔

حضرت ابوبکرؓ کی یہ نیکی اتنی بڑی اور اہم تھی کہ حضرت عمر فاروقؓ جیسے بلند پایہ صحابی کہا کرتے تھے: ابوبکرؓ! اپنی ایک رات اور ایک دن کی عبادت مجھے دیں اور بدلہ میں میری تمام عبادتیں لے لیں۔

چنانچہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد خلیفہ کا انتخاب کا مسئلہ درپیش تھا تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ کون ہے جس کے یہ تین فضائل قرآن پاک نے بیان فرمائے ہوں!

غارِ ثور سے روانگی:

تین روز غار میں گزار کر چوتھے روز یہ قافلہ مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو خدمت کے لئے اور ایک شخص عبداللہ بن اریقیط کو راستہ بتانے کے لئے اپنے ہمراہ لے لیتے ہیں، اور یہ قافلہ چار روز میں منزل مقصود پر پہنچتا ہے اور مدینہ پاک کی قریبی آبادی (قبا) میں قیام پذیر ہوتا ہے۔

صدیق اکبرؓ کا ادب:

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج شناس رفیق ”صدیق اکبرؓ“ ہر موقع پر مزاج گرامی کے موافق آسائش و سہولت پیدا کرکے بے شمار سعادتوں سے مالا مال ہو رہے ہیں، جب ”مدینہ“ پہنچتے ہیں تو زائرین کے ہجوم سے محفوظ رکھنے کے لئے خود آگے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صورت سے پہچانتے نہ تھے، اس لئے لوگوں نے اس دھوکے میں کہ صدیق اکبرؓ کے بال سفید تھے، ان سے مصافحہ شروع کر دیا تو صدیق اکبرؓ اپنے آقا پر سایہ کے لئے چادر تان کر کھڑے ہو گئے، اس وقت ملاقات کے لئے آنے والے بغیر دریافت کیے سمجھنے لگے کہ خادم کون ہے اور مخدوم کون! قبا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ روز قیام فرمایا، پھر مدینہ شریف تشریف لے گئے۔

مسجد نبوی کی تعمیر اور صدیق اکبرؓ کی جانی ومالی امداد:

مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمانوں کا منتشر شیرازہ مجتمع ہورہا ہے۔ضرورت پڑتی ہے کہ کوئی ایسی جگہ ہو جہاں مسلمان اجتماعی امور کے لئے جمع ہوکر بیٹھ سکیں۔وعظ و نصیحت، قومی اجتماعات، نکاح وغیرہ کے لئے معاشی مجالس، وفود کی آمد پر تقریر ووعظ، مقدمات کے تصفیے اور پنج وقتہ نمازوں کے لئے جماعتیں ہوسکیں۔

اس ضرورت کے لئے ایک قطعۂ زمین منتخب کیا گیا، جو چند یتیم بچوں کی ملکیت تھا۔وہ بچے اس قطعہ کو بخوشی مفت پیش کرکے سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی قیمت طے فرماکر صدیق اکبرؓ سے فرماتے ہیں: اس کی قیمت ادا کردو! حکم نبوی ملتے ہی حضرت صدیق اکبرؓ اس کی قیمت ادا کردیتے ہیں۔

یہ ہے اسلام کی اجتماعی ضرورتوں کے لئے سب سے پہلا خرچ جس کی سعادت صدیق اکبرؓ کی جیب خاص کو حاصل ہوئی۔(فتح الباری)

تعمیر شروع ہوئی، مزدور اور معمار خود بھی داعیانِ اسلام اور اساطین امت تھے، سب سے پہلا پتھر (سنگ بنیاد) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا، اس کے بعد جس کو دوسرا پتھر رکھنے کی سعادت حاصل ہوئی وہ یہی صدیق اکبرؓ تھے، پھر فاروق اعظمؓ اور ان کے بعد حضرت عثمان غنیؓ پھر دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

بنت صدیقؓ کا حضور ﷺ سے سوال:

بنتِ صدیقؓ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا اگرچہ صغیرالسّن (کم عمر) تھیں، مگر آپ کی خداداد فراست اُس شاندار مستقبل کی آئینہ دار تھی۔جس مرکزی مسجد کی اس وقت بنیاد رکھی جارہی تھی، آپؓ نے تعجب سے عرض کیا: یارسول اللہ! دیکھئے! یہ حضرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع پر کیسے حریص ہیں!

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”یا عائشۃ! ھٰؤُلَآءِ الْخُلَفَاءُ مِنْ بَعْدِیْ“ (اے عائشہؓ! یہ میرے بعد خلفاء ہوں گے)۔(حاکم بحوالہ قرۃ العینین وتاریخ الخلفاء)

بہرحال! یہی تقاضا تھا اس عظمت و فضیلت کا جو ان بزرگوں کو ملت اسلام میں حاصل ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے خلیفہ ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

غزوۂ بدر میں صدیق اکبرؓ وزیر جنگ اور باڈی گارڈ کی حیثیت سے:

کفارِ مکہ کو کب گوارا تھا کہ اسلام ترقی کرے جو ان کی خودغرضیوں اور نفس پرستی کے لئے موت کا پیغام تھا، تیرہ سالہ مظالم سے سرزمینِ مکہ کو تنگ کرچکے تھے، اب حرم مدینہ کے امن و امان کو بھی پامال کرنے کے لئے ریشہ دوانیاں شروع کردیں اور جنگی قوت کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو کچلنے کا تہیہ کرلیا، جنگ بدر سب سے پہلا اقدام تھا جو اس غرض سے کیا گیا۔

مسلمانوں کی بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ گھوڑے، اونٹ تو درکنار بدن پر کپڑے بھی پورے نہ تھے، کسی کے پاس تہبند ہے تو کرتہ نہیں، کوئی ٹخنوں تک نیچا کمبل کا کرتہ پہنے ہوئے ہے تو عمامہ ندارد ہے، اسلحہ کی کمی اس سے بھی زیادہ سامانِ وحشت بنی ہوئی تھی۔

مگر شاباش اس ہمتِ مردانہ پر جو ہر قسم کی بے بسی اور بے سروسامانی پر غالب آئی اور شکستہ حال، کمزور، مصیبت زدہ اور فاقہ کش بندگانِ خدا بھوکے شیر کی طرح دشمنوں کے مقابلہ پر آکر ڈٹ گئے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر ذاتِ حق جل مجدہ کی بے نیازی پر تھی، جس کا ارشاد ہے: ”وتعز من تشاء وتذل من تشاء“ (جس کو چاہے عزت بخشے جس کو چاہے ذلت دے)۔

پھونس کی ایک جھونپڑی میں جو میدانِ جنگ کے کنارے پر شہ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کے لئے بنادی گئی تھی، آپ سراسر نیاز اور پیکرِ خضوع بنے ہوئے سربسجود ہیں اور گڑگڑا کر دعا کررہے ہیں:

”خداوندا! یہ مٹھی بھر جماعت تیری نام لیوا ہے، سالہا سال کی متواتر جدوجہد کا ثمرہ ہے، خداوندا! اگر یہ مٹھی بھر جماعت ختم کردی گئی تو تیرا نام لیوا کوئی نہ رہے گا۔“

شدید خطرہ ہے کہ دشمن یورش کرکے اس جھونپڑی کو جلا ڈالیں اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کردیں، بلاشبہ اس زمانے کے قانونِ جنگ کے بموجب شکست دینے کا سب سے آسان طریقہ یہی تھا کہ فوج کے امیر اور سالارِ اعظم کو ختم کردیا جائے۔

تمہیں معلوم ہے کہ اس خطرناک موقع پر خاص اس جھونپڑی کا جو دشمنوں کی یورش کا نشانہ بنی ہوئی تھی محافظ ذاتِ خاص ”باڈی گارڈ“ اور وزیرحرب کی کٹھن خدمت کون انجام دے رہا تھا؟

یہی شیرِ اسلام جو بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ ساری جماعت میں سب سے زیادہ بہادر تھا، ہر کٹھن موقع پر بے جگری اور اعلیٰ ہمدردی کے ساتھ ایثار وفدائیت کے کارناموں نے جس کو صدیق اکبرؓ کا خطاب دلوایا تھا۔

اسی موقع پر صدیق اکبرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خداوندعالم آپ کی امداد ضرور کرے گا، اب آپ خدا کو زیادہ قسمیں مت دلائیے، میدانِ جنگ میں تشریف لاکر مجاہدین اسلام کی قیادت فرمائیے۔

غزوۂ اُحد:

غزوۂ بدر کی عبرتناک شکست قریش کے دامنِ غرور پر المناک دھبہ تھا، اس کو چھڑانے کے لئے نہایت شدومد سے دوسرا حملہ مدینہ پہنچ کر (اُحد میں) کیا، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر ابن قمیہ نے ایسا سخت حملہ کیا کہ خود کی کڑیاں رخسارِ مبارک میں گھس گئیں اور دندانِ مبارک شہید ہوگئے۔

کفارِ قریش اس کامیاب انتقام سے خوش تھے، ابوجہل تو جنگ بدر میں مارا جاچکا تھا، اب اس کا قائم مقام ابوسفیان تھا، فتح وفیروزمندی کے نشہ میں ایک ٹیلہ پر کھڑے ہوکر آواز دی: کیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زندہ ہے؟، کیا ابوبکر زندہ ہیں؟، کیا عمر زندہ ہے؟۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو خاموش رہنے کا حکم دیا، کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

جب ابوسفیان کو مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو مستانہ لہجہ میں پکارا کہ یہ سب مارے جاچکے ہیں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صبر نہ ہوسکا، انہوں نے جواب دیا کہ خدا نے ان سب کو تمہیں خوار کرنے کے لئے زندہ رکھا ہے۔

پھر ابوسفیان نے نعرہ لگایا: ”اُعْلُ ھُبَل“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جواب دو، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ کیا جواب دیں؟ ارشاد فرمایا: جواب دو ”اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلّ“ تو مسلمانوں نے یہ جوابی نعرہ لگایا، پھر ابوسفیان بولا: ”لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ“ (ہمارا حامی عزّیٰ (بت کا نام) ہے اور تمہارا کوئی عزّیٰ ہی نہیں)۔

پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتلانے پر مسلمانوں نے جواب دیا: ”اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ“ (ہمارا مولیٰ اللہ ہے، تمہارا مولیٰ کوئی نہیں)۔

آپ دیکھیں! ابوسفیان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صدیق اکبرؓ کا نام لیا، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی عظمت وجلالت مسلم اور غیرمسلم سب کے نزدیک مسلّم تھی۔

مختصر یہ ہے کہ بدر واُحد کے بعد دوسرے غزوات جو پیش آئے، حضرت صدیق اکبرؓ کی حیثیت تمام غزوات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر اور محافظِ خاص (باڈی گارڈ) کی رہا کرتی تھی۔

غزوۂ حدیبیہ، بیعتِ رضوان اور تصدیقِ صدیق:

غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر سلسلۂ مصالحت میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ”الصلح خیر“ کے اصول کی یہاں تک پابندی فرمائی کہ ایسی شرطیں بھی منظور فرمالیں جن پر فاروقِ اعظمؓ جیسے مدبّر وفقیہ نے بھی جوش میں آکر کہہ دیا کہ: ”جب ہم حق پر ہیں اور اسی صداقت وحقانیت پر جان دینے کے لئے آمادہ ہیں تو ایسی شرائط کو کیوں منظور کریں؟“

فاروقِ اعظمؓ کو ایک اضطراب تھا جس کا اظہار انہوں نے صدیق اکبرؓ سے کیا، مگر قلبِ صدیق مطمئن تھا، وہ معدن تصدیق تھا، اس کا جواب یہی تھا کہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاہدہ بھی برحق، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرائط بھی برحق۔“

چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ معاہدۂ حدیبیہ کے بعد قریشِ مکہ کو ایک گونہ اطمینان ہوا تو سن ۷ ہجری میں خیبر پر فوج کشی ہوئی، جس میں صدیق اکبرؓ بھی شریک تھے۔

ABDULLAH SATTAR DINA
& Sons Jewellers
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silvers, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85, Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Phone :32514972, 32531133

قریشِ مکہ نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن ۸ ہجری میں دس ہزار صحابہ کرامؓ کو ساتھ لے کر مکہ معظّمہ کی طرف رخ فرمایا اور مکہ معظّمہ فتح فرمایا، اس مہم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی ساتھ تھے۔ مکہ معظّمہ پہنچ کر صدیق اکبرؓ نے اپنے والد (ابوقحافہ) کو دربارِ نبوت میں پیش کیا جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کے سینہ پر ہاتھ پھیر کر نورِ ایمان سے منور فرمایا۔

مکہ معظّمہ سے واپسی پر بنو ہوازن سے جنگ ہوئی، جو ''غزوۂ حنین'' کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس میں بھی ثابت قدم اصحاب کی صف میں شامل تھے۔

امارتِ حج:

۹ ہجری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبرؓ کو امیر الحج یعنی انتظاماتِ حج کا افسرِ اعلیٰ بنا کر روانہ فرمایا۔

الغرض یہ کہ صدیق اکبرؓ کی سوانح پڑھ کر دیکھیں تو اسلام لانے کے وقت سے ہر نازک وقت پر آپؓ پیش پیش نظر آتے ہیں۔

وفاتِ رسول ﷺ اور صدیق اکبرؓ:

۱۰ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج ادا فرمایا، واپسی پر آپ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

''خداوندِ عالم نے اپنے بندے کو دنیا اور آخرت کے درمیان پسند کا اختیار دیا، اس بندے نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہماری جان و روح قربان۔ حاضرین کو تعجب تھا کہ یہ رونے کی کون سی بات تھی؟ لیکن کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ فراستِ صدیقی نے وہ معلوم کر لیا تھا جو دوسرے حضرات نہیں جان سکتے تھے۔

اس تقریر سے چند روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے، رفتہ رفتہ بیماری اتنی بڑھی کہ مسجد میں آنا دشوار ہو گیا۔

صدیق اکبرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم:

آخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا، ''ابوبکرؓ سے کہہ دو میری بجائے وہ نماز پڑھائیں'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر مجبوراً بادل ناخواستہ نماز پڑھانے کھڑے ہوئے، مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر موجودگی کا خیال آیا تو حالت غیر ہو گئی۔

آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کے زمانہ میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔

اولیاتِ صدیق اکبرؓ:

علماء محدثین و مورخین نے چند کارناموں کو امتیازی طور پر بیان فرمایا ہے جو اولیات صدیق میں شمار ہوتی ہیں:

(۱) آزاد مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔

(۲) سب سے پہلے آپ نے قرآن مجید کا نام مصحف رکھا۔

(۳) سب سے پہلے قرآن مجید آپ نے جمع کرایا۔

(۴) کفارِ قریش سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت میں سب سے پہلے جنگ کی، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت میں زخمی اور بے ہوش بھی ہو گئے۔

(۵) فرضیتِ حج کے بعد سب سے پہلے حج ۹ ہجری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو امیر الحج بنا کر بھیجا۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الوفات میں باصرار آپ کو نماز کی امامت کا حکم دیا۔

(۷) خلیفۂ راشد اور خلیفۂ رسول کے لقب سے سب سے پہلے آپ کو پکارا گیا۔

(۸) آپؓ سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کو باپ کی زندگی میں خلافت ملی۔

(۹) بیت المال سب سے پہلے آپ نے قائم فرمایا۔

(۱۰) آپ سب سے پہلے شخص ہیں جن کو دربارِ نبوت سے کوئی لقب ملا۔

ABS
ESTD 1880
سو سال سے زائد بہترین خدمت
ABDULLAH Brothers Sonara
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell: 0301-2352363

(۱۱)سب سے پہلے دوزخ سے نجات کی بشارت بارگاہِ نبوت سے آپ کو ملی اور ''عتیق'' کا لقب عطا ہوا۔

ازواج واولاد:

آپ رضی اللہ عنہ نے چار نکاح کئے، دو زمانۂ جاہلیت میں قبل از اسلام اور دو اسلام لانے کے بعد۔

اسلام سے قبل کی ازواج کے نام یہ ہیں: (۱) قتیلہ بنت عبدالعزیٰ، (۲)ام رومان بنتِ عامر بن عمیرہ۔

اسلام لانے کے بعد جن دوخواتین سے نکاح کیا، ان کے نام یہ ہیں: (۱)اسماء بنت عمیس، (۲)حبیبہ بنت خارجہ۔

اولاد:

آپ کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں یعنی چھ اولاد تھیں۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں: (۱)عبدالرحمٰن، (۲)عبداللہ، (۳)محمد۔ لڑکیوں کے نام یہ ہیں:(۱) حضرت اسماءؓ، (۲)حضرت عائشہؓ، (۳)حضرت اُم کلثومؓ۔

مرض الوفات:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، آپ کے مرض الوفات کی ابتداء ۷ر جمادی الثانی بروز دو شنبہ ہوئی اور ابتداءً اس طرح ہوئی، آپ نے غسل فرمایا، سردی سخت تھی، آپ کو سخت بخار ہوگیا، اور بخار میں کوئی کمی نہیں ہوئی، نماز کے لئے مسجد میں جانا بھی دشوار ہوگیا۔

مرض الوفات میں لوگ آپ کی مزاج پُرسی اور عیادت کے لئے آئے، اور آپ سے عرض کیا۔ اے خلیفۂ رسول! ہم کسی طبیب کو لے آئیں؟ تو آپ نے جواب دیا: ''طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے'' لوگوں نے پوچھا طبیب نے کیا جواب دیا: آپ نے فرمایا: اس نے کہا ہے: ''اِنّي فعّال لما يريد'' (کہ میں جو چاہوں کروں)۔

وصیت:

مرض الوفات میں آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کو وصیت کی کہ دیکھو! ایک اونٹنی دودھ دینے والی اور ایک چادر، ایک لونڈی، ایک برتن (پیالہ) بیت المال سے مجھے دیئے گئے تھے، وہ میری وفات کے بعد ان کو واپس کردینا، یہ بھی فرمایا: ''عمر بن خطابؓ نے نہ مانا۔ اور بیت المال سے میرا وظیفہ مقرر کرادیا، چنانچہ چھ ہزار درہم بیت المال کے میری ذمہ واجب ہیں، لہٰذا میرا فلاں باغ فروخت کرکے یہ رقم بیت المال میں پہنچادینا۔''

وفات کے بعد یہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس واپس بھیجیں تو حضرت عمرؓ نے کہا: ابوبکرؓ پر اللہ کی رحمت ہو اپنے جانشین کے لئے مشکل نمونہ چھوڑ گئے۔

کفن کے متعلق وصیت:

اس کے بعد آپؓ نے حضرت عائشہؓ کو وصیت فرمائی کہ جو کپڑے اس وقت میں پہنے ہوئے ہوں، مجھے ان ہی میں کفن دینا، کیونکہ نئے کپڑوں کا مُردوں سے زیادہ زندہ مستحق ہے، مرنے والے کے اگر عمل اچھے ہیں تو نجات کے لئے وہی کافی ہیں، عمل اچھے نہیں تو اچھے سے اچھا کفن بھی وبال ہوجائے گا۔

پھر آپؓ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: آج کیا دن ہے؟ صاحبزادی نے جواب دیا دوشنبہ (پیر) ہے پھر پوچھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال کس دن ہوا تھا؟ صاحبزادی نے جواب دیا دوشنبہ کو، یہ سن کر فرمایا: مجھے امید ہے میرا ابھی آج ہی انتقال ہوگا۔ پھر وصیت کی: مرنے کے بعد دفن میں دیر نہ لگانا۔

چنانچہ پیر ہی کو آپ کی وفات ہوگئی، وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی، گویا عمر میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت نصیب ہوئی اور وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوکر قیامت تک رفیق ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

(رضی اللہ عنہ وارضاہ)

(جاری ہے)

بقیہ:..... مجلس کے امراٗ

۸ر فروری ۲۰۱۵ء کو مجلس کی مرکزی شوریٰ نے استاذ المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ کو مجلس کا مرکزی امیر منتخب کیا اور آپ ۳۰ر جون ۲۰۲۱ء تک مجلس کے مرکزی امیر رہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی وفات کے بعد مرکزی نائب امیر مرشد العلماء حضرت حافظ ناصرالدین خاکوانی دامت برکاتہم مجلس کے مرکزی امیر بنادیئے گئے۔

الحمدللہ! حضرت خاکوانی صاحب کے دورِ امارت میں کئی ایک معاملات میں پیش رفت ہوئی۔ آپ کی سرکردگی میں مجلس اپنے سفر پر گامزن ہے۔ اللہ پاک حضرت والا کا سایہ ہمارے اوراسلامیانِ پاکستان کے سروں پر تادیر سلامت رکھیں۔

نوجوانوں پر کس طرح محنت کی جائے؟

الحاج محمد فہد صدیق صاحب

اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ پاکستان میں مکاتب، مدارس، خانقاہوں اور دینی مراکز اور تبلیغ کا ایک مضبوط نظام قائم ہے، جس سے ہماری اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت اور دینی ضروریات اس پُرفتن دور میں کچھ نہ کچھ پوری ہورہی ہیں۔

مکاتب میں چھوٹی عمر کے بچوں پر محنت کی جاتی ہے اور ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا جاتا ہے۔ عام طور پر پانچ سال سے بارہ سال تک کے بچے مکتب میں پڑھتے ہیں، جو عموماً مساجد میں ہی قائم ہوتے ہیں۔

اسی طرح مدارس العربیہ میں دینی علوم سے روشناس کیا جاتا ہے اور علماء کرام اور مفتیان عظام کی ایک کثیر تعداد فارغ ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں خوب برکت عطا فرمائی اور علماء کرام کی محنت سے مکاتب کا نظام مزید منظم ہوگیا، بعض مساجد میں تعلیم بالغان کے حلقے بھی شروع ہوگئے، جس میں بڑی عمر کے افراد اپنے قرآن کریم کی تصحیح کے ساتھ دین کے بنیادی مسائل سیکھتے ہیں۔

میری دانست میں ابھی تک ایک طبقہ ایسا ہے جس پر بھرپور محنت کی ضرورت ہے اور وہ ہے نوجوانوں کا طبقہ۔ یعنی ۱۳ سال سے ۲۵ سال کی عمر کے نوجوان جن پر محنت اور توجہ کی ضرورت ہے۔

۱۳ سال بعد ان بچوں کی دنیاوی تعلیم تو جاری رہتی ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ دینی تعلیم ختم ہوجاتی ہے یا یہ کہ ہمارے پاس نوجوانوں کو جوڑنے کا کوئی مناسب نظم نہیں ہے۔ وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ بچے اپنے اسکول کے کام میں زیادہ مصروف ہوجاتے ہیں۔ میٹرک یا اولیول کی پڑھائی میں، لیکن اس کا کوئی جواز نہیں بنتا کہ ان کی دینی تعلیم روک دی جائے۔

ہم اس موقع پر اور اس عمر میں ان بچوں کی راہنمائی کے لئے کچھ نہیں کرتے بلکہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے مسائل خود حل کرنے کے قابل ہوگئے ہیں یا ہم سوچتے ہیں کہ ان کو آزاد چھوڑ دیں اور یہ اپنے مسائل خود ہی حل کرلیں، جبکہ ایسا نہیں ہے۔ اس عمر میں بچوں کے اندر بہت ساری تبدیلیاں رونما ہورہی ہوتی ہیں۔ بلوغت کی اعتبار سے، سوچ کے اعتبار سے، اور مختلف طرح کے لوگوں سے ملاقات کرنے سے اور سوشل میڈیا کے زیادہ استعمال سے باطل نظریات بچوں کے ذہنوں میں گھر کرلیتے ہیں، نوجوان اپنے آپ کو دین دار ظاہر نہیں کرنا چاہتے، کیونکہ اگر دیندار ظاہر کرتے ہیں تو دوسرے دوستوں کے ساتھ چلنا مشکل ہوجاتا ہے۔

ہمارے نوجوان اپنی سنہری تاریخ اور اسلاف سے ناواقف ہیں اور ان کے کارناموں سے بھی ناواقف ہیں۔

نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ دینداری اپنالی تو معاشرے میں کامیابی مشکل ہے۔ اس عمر میں ان کو بھرپور راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے اور خصوصاً جن موضوعات پر انہوں نے کبھی بات سنی نہیں ہوتی اور یہ بڑا نازک وقت ہوتا ہے۔

ہم یہ تصور کرلیتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے بارہ سال کی عمر تک مکتب میں پڑھ لیا ہے یہ ان کے لئے مزید دس سال تک بھی کافی رہے گا۔

بعض تعلیمی اداروں میں آج کل نئے آئیڈیاز بچوں کو بتائے جاتے ہیں اور ایسے موضوعات پر بحث کروائی جاتی ہے جن سے ایمان کمزور ہونے یا ایمان سے نکل جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ دین کے بارے میں شکوک و شبہات ذہن میں ڈالے جاتے ہیں۔ باطل عقائد اور باطل نظریات پر بحث ہوتی ہے۔ یہاں تک سنا گیا ہے کہ بعض اسکولوں میں اسلامیات کے استاد قادیانی، آغا خانی اور دیگر باطل عقائد رکھنے والے استاد ہوتے ہیں۔

تجاویز:

☆.....جس طرح دنیاوی تعلیم عمر کے

ساتھ چلتی رہتی ہے، اسی طرح دینی تعلیم بھی جاری رہنی چاہئے۔

☆.....اس کے لئے ایک نصاب تیار ہونا چاہئے جو بچوں کی عمر اور ان کے مسائل کو مدِنظر رکھتے ہوئے تیار کیا جائے۔ مسائل کو جاننے کے لئے پاکستان کے مختلف مقامات پر سروے ہونا چاہئے اور اس کے لئے مختلف نوعیت کے سوالات تیار کرکے سروے کیا جائے۔ اس سروے کی بنیاد پر جو مسائل سامنے آئیں ان مسائل کے حل کے لئے ایک نصاب بنایا جائے اور اس کو پڑھانے کا طریقہ کار وضع کرنے کے لئے کچھ علماء کرام کو اس نصاب کو منظم انداز میں پڑھانے کی تربیت دی جائے اور وہ علماء پورے پاکستان میں اس کی بات چلائیں اور جو اسکول مدرسے یا مساجد والے کروانا چاہیں یہ حضرات ان کو اس کی تربیت دیں۔

☆.....اس کو پڑھانے کا طریقہ بھی جدید طریقوں پر ہو، یعنی انٹر ایکٹیو اور لرننگ ایکٹیو بیسڈ، ورکشاپس تیار کی جائیں، جس میں دینی اور دنیاوی دونوں طرح کی باتیں آجائیں۔ اس طرح کرنے سے جو نوجوان مسجد سے دور ہیں وہ بھی قریب ہو جائیں گے، انشاء اللہ!

☆..... پہلے بڑے ادارے، مدارس اور اسکول میں اس کی بات چلائی جائے، یہ بڑے ادارے والے اپنے اپنے علاقوں میں اس کام کو چلانے کی ذمہ داری لیں۔ یہ بڑے ادارے والے اس کام کے لئے کچھ لوگ وقف کردیں اور وہ وفاق والے حضرات سے تربیت لے کر اپنے علاقوں میں اور افراد تیار کریں تاکہ اس کام کو آسانی سے پھیلایا جاسکے۔

☆.....اس کام کو کرنے کے لئے ہمیں ایسے علماء کرام کی ضرورت ہے جو دنیاوی تعلیم سے بھی آراستہ ہوں اور جو نوجوانوں کے مسائل کو سمجھتے ہوں۔

☆.....پہلے ان علماء کرام کی تربیت کی جائے کہ ورکشاپس کروانی کیسے ہیں؟ نوجوانوں سے کیسے بات کرنی ہے؟ پھر یہ حضرات جو کہ ماسٹر ٹرینرز ہیں، یہ مزید افراد تیار کریں اور اس طرح یہ کام بڑھ جائے گا۔

☆.....قومی سطح پر کرنے کے لئے یہ نصاب وفاق المدارس کی سطح پر بنایا جائے اور ٹرینرز بھی وہیں سے تیار ہوں۔

☆.....ابتدا میں کچھ ماسٹر ٹرینرز مختلف علاقوں سے لے کر تیار کئے جائیں وہ مزید افراد تیار کرسکتے ہیں، اور پورے پاکستان میں ہمارا مساجد اور مدارس اور ہم خیال اسکولوں کا جو جال بچھا ہوا ہے اس میں محنت کی جائے۔

☆..... یہ حضرات اپنی بات کو لے کر مختلف مدارس اسکول وغیرہ میں جائیں اور اپنی بات رکھیں اور اس کی اہمیت بتائیں اور ورکشاپس کروائیں۔

☆..... ماسٹر ٹرینرز مختلف مساجد میں جاکر ائمہ کرام کو بھی اپنا کام سمجھا سکتے ہیں اور اگر امام صاحب، انتظامیہ کمیٹی کی اجازت ہو تو ان کی مسجد میں ورکشاپس، کورس شروع کیا جاسکتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ نوجوان مسجد سے جڑ جائیں گے اور ان ہی میں سے بعض بچے ایسے بھی مل جائیں گے جن پر انفرادی محنت کرکے ان کو محلے کی مسجد میں رضا کارانہ طور پر کام کے لئے ساتھ ملایا جاسکتا ہے۔ ابتداءً اس کام کا ایک چھوٹا سا ماڈل بنایا جائے اور اس کے فوائد کو جانچا جائے اور کمی کو دور کیا جائے، پھر جب یہ ایک حد تک مکمل ہو جائے تو پھر اس کو رائج کرنے کی کوشش کی جائے اور لوگوں کو ترغیب دی جائے۔ جہاں بھی ان ورکشاپس کا انعقاد ہو تو ورکشاپس کے بعد فیڈ بیک فارم ضرور پُر کرائیں تاکہ اس کی افادیت کا اندازہ ہوسکے اور آگے

انتخابِ حُسین از ابوالحُسین

’’بساطِ ارضی میں جہاں قدرت الٰہیہ کے مظاہر، نمونے اور آثار و شاہکار ایسے نظر آتے ہیں جن کی حکمت و فلسفہ انسانی عقل و فہم اور ادراک میں آسکتے ہیں، وہاں اس کی قدرت کے بے شمار ایسے گوشے بھی ہیں جو انسانی عقل و فہم سے ماورا اور ادراک و شعور سے بلند و بالا ہیں۔ ایسے معاملات میں سپر ڈال کر صرف اور صرف ’’آمنا بہ‘‘ کے اقرار کے بغیر چارہ نہیں، ان امور کو تکوینیات کہا جاتا ہے اور تکوینیات انسانی عقل و خرد کی پہنچ سے نہایت اونچے درجے کی چیز ہے، اس میں بحث و تمحیص اور کھود کرید سے جادۂ مستقیمہ سے بھٹک جانے کا خطرہ اور اندیشہ رہتا ہے۔ ہاں! البتہ بعض اوقات محض اپنے فضل و احسان سے اللہ تعالیٰ ان امور کی حکمت اور فلسفے سے پردہ اٹھا کر اپنے بندوں کو ان کی درماندگی اور عجز و نقص کا احساس دلاتے ہیں۔‘‘

(بحوالہ: ’’بزمِ حسین‘‘، ج:۱، ص:۲۷۸، از حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ)

کے لئے مزید راہنمائی مل سکے۔

ب:...افرادسازی:

ان ورکشاپس میں جو نوجوان حصہ لیں گے ان ہی میں سے بعض ذہین بچوں کو منتخب کر کے ان پر خصوصی محنت ہوجائے تو یہ بچے ہمارے کام کے سفیر بن جائیں گے اور خوشی خوشی رضا کارانہ طور پر کام بھی کریں گے۔

مربی پروگرام:

یہ کام ائمہ کرام بہت آسانی سے کرسکتے ہیں، کیونکہ اگر امام صاحب متحرک ہیں تو نوجوان طبقہ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے اور نوجوان اپنے مسائل پر امام صاحب سے بغیر کسی شرم اور جھجک کے گفتگو کرسکتے ہیں۔

بڑے تعلیمی ادارے اس کام کو شروع کریں:

مندرجہ بالا تجاویز کسی بڑے ادارے کو بھی دی جاسکتی ہیں اور اس ادارے کے تحت کام شروع کیا جاسکتا ہے۔ ایک ادارے میں کام شروع ہوجائے تو اس کا ماڈل بنا کر دوسرے اداروں میں بھی کام شروع ہوسکتا ہے اور ان کے مشورہ سے ان کے ساتھ مل کر کام کیا جائے۔ اس سے لوگوں میں بات جلدی اور موثر انداز میں پہنچ جائے گی۔

پاکستان میں بڑے تعلیمی ادارے اس بات کو فروغ دیں کہ ہر اسکول، کالج، مدرسہ میں کم از کم ایک ایسا شخص ہو جو مربی کا کردار ادا کرسکے۔ ادارے والے خود اس کی ترتیب بنائیں۔ مختلف موضوعات پر نوجوانوں سے بات کی جائے اور ان کے لئے کورس اور ورکشاپس بنائی جائیں۔ یہ بڑے ادارے اپنے ان حضرات کو دوسرے اداروں میں بھیجیں اور کام کا طریقہ کار سمجھائیں۔

جو تعلیمی ادارے بہت عرصہ سے کام کررہے ہیں، ان کے پاس فارغ التحصیل طلبا کی ایک بہت بڑی جماعت ہوتی ہے۔ یہ طلبا اپنی مادرِ علمی کے لئے کام کرنے کا فخر بھی سمجھتے ہیں اور ان میں مختلف صلاحیتوں کے افراد آپ کو مل جائیں گے جو آپ کی طرف سے کی گئی بات کو اپنے حلقہ احباب میں بہت موثر انداز میں چلاسکتے ہیں اور جو ورکشاپس تیار کی جائیں گی ان کو کرائیں گے۔

اس کے علاوہ جو بچے ایک ادارہ سے فارغ ہوجائیں تو اس ادارہ کو چاہئے کہ ان طلبا کو اپنے ساتھ جوڑ کر رکھیں۔ کچھ عرصہ بعد ان کو جوڑا جائے اور ان کی دعوت کی جائے اور ان سے کارگزاری لی جائے اور آئندہ کے لئے عزائم لئے جائیں اور مختلف مواقع پر ان کو بتلاتے رہیں، ان کے مختلف مسائل کے حل کے لئے ان کے لئے مربی اور راہنمائی کا بندوبست کریں۔

مندرجہ بالا تمام کام ہم اپنے ادارہ کے تحت کریں۔

طریقہ کار درج ذیل ہو:

کچھ بنیادی ساتھی مل کر ایک ادارہ قائم کریں جو نوجوانوں کے مسائل کو سوچ کر ان کے لئے ورکشاپس اور نصاب تیار کرے اور اپنے ادارہ میں بھی ورکشاپس کروائے اور مختلف اداروں یعنی اسکول اور مدارس میں جا کر اپنا تعارف کروا کر ورکشاپ کروانے کی کوشش کرے۔ یہ ورکشاپس یوٹیوب پر بھی موجود ہوں اور اس کی فیس بک مارکیٹنگ بھی کی جائے۔ یہ ادارہ نان پروفٹ ہوگا۔ اخراجات پورے کرنے کے لئے اگر کچھ چارجز لینے ہوں تو لئے جاسکتے ہیں۔ جو کچھ سوچا جائے علماء کرام کی رائے اس میں شامل ہو اور ادارہ کے امیر صاحب بھی عالم یا مفتی ہوں تاکہ ہر قدم پر راہنمائی ملتی رہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری بھرپور راہنمائی فرمائیں اور اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے، آمین یارب العالمین۔

☆☆ .... ☆☆

فیروز کامیاب ہوگیا

اسود عنسی یمن کے علاقے صنعا کا رہنے والا تھا، عنس قبیلے کا سردار تھا، اس لئے عنسی کہا جاتا ہے۔ حدیث میں اسے صاحبِ صنعا کہا گیا ہے۔ اس کا نام عبہلہ تھا، چونکہ بہت کالا تھا، اس لئے اسود نام پڑ گیا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یمن کے گورنر کو قتل کرکے پورے یمن پر قبضہ کرلیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے حضرت فیروز دیلمیؓ کو اس کے خاتمے کے لئے بھیجا اور حضرت فیروز نے اسود عنسی کے گھر میں نقب لگا کر اس کا خاتمہ کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو یہ بات بتاتے ہوئے فرمایا: ’’فاز فیروز‘‘ (فیروز کامیاب ہوگیا)، اس طرح ایک جھوٹے مدعی نبوت کے خاتمے پر بارگاہِ رسالت سے حضرت فیروز دیلمیؓ نے کامیابی کی سند حاصل کی۔ (انتخاب: ابوفضالہ احمد خان)

عالمی شہرت یافتہ خطاطِ ملتان، کاتبِ قرآن

محمد راشد سیال کی رحلت

جناب ارشد خرم صاحب، ملتان

عالمی شہرت یافتہ ملتان کے مشہور و معروف خطاط، ٹائٹل ڈیزائنر اور آرٹسٹ محمد راشد سیال انتقال کر گئے۔ ان کی عمر 53 برس تھی وہ دل کے عارضے میں مبتلا تھے اور گزشتہ ایک ہفتے سے نشتر ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ راشد سیال اپنے پیچھے بیوہ، چار بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑ گئے ہیں۔ ان کا اصل نام محمد راشد حسین تھا، لیکن وہ دنیا بھر میں راشد سیال کے نام سے جانے جاتے تھے۔ انھیں چار ہزار سے زائد مساجد میں خطاطی کرنے کا اعزاز حاصل تھا۔

ابتدائی زندگی اور تعلیم:

راشد سیال 23 رفروری 1971ء کو ملتان کے علاقے بیرون بوہڑ گیٹ محلہ فرید آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد عاشق حسین مکینیکل انجینئر تھے۔ انہوں نے 1985ء میں پائلٹ اسکول سے میٹرک کیا اور خوش نویسی کا آغاز پانچویں جماعت سے ہی کر دیا تھا۔ ان کی ابتدائی تربیت ملتان کے معروف خطاط استاد ظہور احمد آزاد نے کی۔

پیشہ ورانہ سفر اور کامیابیاں:

راشد سیال نے اپنی خطاطی کا سفر روزنامہ ”امروز“ سے شروع کیا اور بعد میں روزنامہ ”قومی آواز“ سے منسلک ہوئے، جہاں وہ شہ سرخیاں لکھا کرتے تھے۔ 1992ء تک اخبارات کے ساتھ وابستہ رہنے کے بعد وہ کراچی چلے گئے اور اردو سافٹ ویئر پر کام کیا۔ 1994ء میں ملتان واپس آ کر انہوں نے اپنا ادارہ قائم کیا اور کتابوں کے سرورق ڈیزائن کرنے کا کام شروع کیا۔ کمپیوٹر پر ٹائٹل ڈیزائننگ کے بانی ہونے کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہے۔

فن خطاطی میں مقام:

راشد سیال نے خط نستعلیق کے علاوہ تعلیق، شکستہ، نسخ، ثلث، رقعہ، دیوانی، کوفی اور طغریٰ نویسی میں مہارت حاصل کی۔ انہوں نے اپنے فن کو مزید نکھارنے کے لیے مسجد نبوی کے خطاط استاد شفیق الزمان خان اور استاد خالد جاوید یوسفی سے بھی استفادہ کیا۔ انہوں نے خطاطی میں دو نئے خطوط، ”خط راشد“ اور ”خط راشد القلم“ ایجاد کیے، جو ان کے فن کی انفرادیت کی علامت ہیں۔

بین الاقوامی شہرت:

راشد سیال نے دنیا بھر میں اپنی خطاطی کے ذریعے پاکستان کا نام روشن کیا۔ ان کے فن پارے ترکی، ایران، عمان، سعودی عرب، اور کینیڈا سمیت کئی ممالک میں نمائش کے لیے پیش کیے گئے۔ وہ 9 عالمی ایوارڈز کے حامل تھے اور انہوں نے 24 خطاطی کی نمائشوں میں شرکت کی، جن میں سے چار ان کے ذاتی فن پاروں پر مشتمل تھیں۔

قرآنی خطاطی اور مساجد کی تزئین:

راشد سیال نے قرآن پاک کی دو مرتبہ مکمل خطاطی کی، جبکہ ایک اور نسخہ زیر تکمیل تھا۔

وہ پاکستان اور بیرون ملک 4000 سے زائد مساجد میں خطاطی کر چکے تھے، جن میں ملتان کی تاریخی عیدگاہ سمیت کئی مشہور مساجد شامل ہیں۔

تعلیمی خدمات:

راشد سیال نے بہاالدین زکریا یونیورسٹی میں گزشتہ 10 سال سے فائن آرٹس کے لیکچرر کے طور پر خدمات انجام دیں۔ اس کے علاوہ، وہ نیشنل کالج آف بزنس اینڈ ایڈمنسٹریشن میں بھی تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔

فن خطاطی کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان:

راشد سیال کی وفات ملتان کے فن خطاطی کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ وہ اپنے فن کی بدولت نہ صرف پاکستان بلکہ عالمی سطح پر ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔

راشد سیال مرحوم کی نماز جنازہ جی پی او گراؤنڈ میں ادا کی گئی، جس میں بہت بڑی تعداد میں ہر مکتبۂ فکر کے لوگوں نے شرکت کی۔ بعد ازاں مرحوم کو قبرستان حسن پروانہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

مشکل میں مجھے اس کا سہارا بھی بہت تھا
وہ شخص مجھے جان سے پیارا بھی بہت تھا
یہ کم ہے کہ کچھ دن وہ مرے ساتھ رہا ہے
تنہا تھا تو یاروں کا سہارا بھی بہت تھا

☆☆ .... ☆☆

پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حیات و تعلیمات

مولانا ندیم احمد انصاری

شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہؒ عالمِ باعمل اور متبعِ شریعت ولی اللہ تھے۔ آپؒ کی ولایت اور مقام و مرتبہ خود آپؒ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ ان کا پورا نام عبدالقادر بن ابو صالح موسیٰ دوست بن سیّد الجیلی عبداللہ ہے اور آپ کی کنیت ابو محمد، لقب محی الدین اور شیخ الاسلام ہے۔ آپؒ حنبلی مسلک کے پیروکار تھے۔ (سیر اعلام النبلاء)

اور آپ کے عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد تھے۔ وہ بزبانِ خود فرماتے ہیں: ہمارا عقیدہ وہی ہے جو تمام صحابہ کرامؓ اور سلفِ صالحینؒ کا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء)

آپؒ والدہ کی طرف سے حسینی اور والد کی طرف سے حسنی سید ہیں۔ صاحبِ ’بہجۃ الاسرار‘ اور مولانا جامیؒ نے ’نفحات الانس‘ میں آپ کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے: عبدالقادر بن ابی صالح جنگی دوست بن موسیٰ بن عبداللہ بن یحییٰ زاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن مثنی بن سیدنا حضرت حسینؓ بن علیؓ اسد اللہ الغالب حضرت علیؓ بن ابی طالب۔ اس طرح آپؒ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گیارھویں نسل سے تھے۔ (فیضِ یزدانی)

آپ کی ولادت رمضان ۴۷۱ھ، مطابق ۱۷/ مارچ ۱۰۷۸ء میں جیلان میں ہوئی۔ اسی نسبت سے آپ کو جیلانی کہتے ہیں۔ (اعلام النبلاء)

بچپن کا ایک سبق آموز واقعہ:

جب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے طلبِ علم کے لیے رختِ سفر باندھا تو آپؒ کی والدہ نے بغل کے نیچے گدڑی میں چالیس دینار سی دیے اور آپؒ کو دعا دیتے ہوئے کہا: اے عبدالقادر! میں تجھے نصیحت کرتی ہوں کہ ہمیشہ سچ بولنا اور کبھی جھوٹ بات منہ سے نہ نکالنا۔ اس کے بعد آپؒ ایک قافلے کے ساتھ بغداد کے لیے نکلے۔ اس سفر کے متعلق خود فرماتے ہیں: ”جب قافلہ ہمدان سے آگے بڑھا تو اچانک ڈاکو ہم پر ٹوٹ پڑے، انھوں نے قافلے کا سارا مال لوٹ لیا؛ مگر مجھے کچھ نہ کہا۔ تھوڑی دیر بعد میرے پاس ایک ڈاکو آیا اور مجھ سے پوچھا: تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے سچ سچ بتا دیا: میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ وہ اسے مذاق سمجھ کر چلا گیا۔ اس کے بعد ایک اور ڈاکو آیا، اس نے بھی یہی سوال کیا۔ میں نے اسے بھی سچ سچ بتا دیا؛ مگر وہ بھی تمسخر سمجھ کر چلا گیا۔ ان دونوں نے جا کر اپنے سردار سے یہ ماجرا بیان کیا۔ سردار نے انھیں میرے پاس بھیجا اور وہ مجھے سردار کے پاس لے گئے۔ وہ لوگ ایک ٹیلے پر بیٹھے مال تقسیم کر رہے تھے۔ سردار نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا: سچ بتا تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا: چالیس دینار ہیں۔ اس نے پوچھا: کہاں ہیں؟ میں نے کہا: بغل کے نیچے گدڑی میں سلے ہوئے ہیں۔ اس نے گدڑی کو ادھیڑ کر دیکھا تو وہ نکل آئے۔ سردار نے حیران ہو کر پوچھا: تم جانتے ہو ہم ڈاکو ہیں اور ہمیں جو مال ملتا ہے اسے ہم لوٹ لیتے ہیں؟ پھر تم نے ہم سے اس راز کو چھپا کر کیوں نہ رکھا؟ میں نے جواب دیا: میری والدہ نے روانہ کرتے ہوئے مجھے یہ نصیحت کی تھی کہ میں ہمیشہ سچ بولوں۔ پھر میں ان چالیس دینار کے لیے کیسے جھوٹ بولتا؟ یہ سن کر سردار اس قدر متاثر ہوا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہا: افسوس! تم نے اپنی ماں کا عہد نہیں توڑا اور میں اتنی مدت سے اپنے اللہ کا عہد توڑ رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ میرے قدموں پر گر پڑا اور توبہ کی۔ اس کے ساتھیوں نے یہ کیفیت دیکھ کر اس سے کہا: رہزنی میں تُو ہمارا سردار تھا اب توبہ میں بھی تُو ہمارا پیش رو ہے اور ان سب نے میرے سامنے توبہ کر لی اور قافلے کا سارا مال انھیں واپس کر دیا۔ (غنیۃ الطالبین)

تعلیم اور اساتذہ:

شیخ کی ابتدائی تعلیم کی تفصیل نہیں ملتی۔ امام ذہبیؒ کے مطابق عالمِ نوجوانی میں وہ بغداد تشریف لائے۔ شیخ کے اساتذہ میں علی سعد

مخزومی، ابوغالب باقلانی، احمد بن مظفر بن سوس، ابوالقاسم بن بیان، جعفر بن احمد سراج، ابوسعد بن خشیش اور ابوطالب یوسفی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔(اعلام النبلاء)

تلامذہ اور اولاد:

شیخ کے معروف تلامذہ میں علامہ سمعانی، عمر بن علی القرشی، حافظ عبدالغنی، شیخ موفق الدین ابن قدامہ، عبدالرزاق بن عبدالقادر، موسیٰ بن عبدالقادر (یہ دونوں صاحب زادے ہیں) شیخ علی بن ادریس، احمد بن مطیع الباجسرائی، ابوہریرہ، محمد لیث الوسطانی، اکمل بن مسعود ہاشمی، ابوطالب عبداللطیف بن محمد قبیطی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔[اعلام النبلاء]

علامہ ذہبیؒ نے شیخ کے بیٹے کے حوالے سے بیان کیا ہے: میرے والد کی کل اولاد ۴۹ تھی، جن میں ۲۷ بیٹے اور باقی سب بیٹیاں تھیں۔(اعلام النبلاء)

وفات:

شیخ نے ۹۰ سال کی عمر تک چہار دانگ عالم کو اپنی ذاتِ والا صفات سے فیض پہنچایا اور ۱۰ ربیع الثانی ۵۶۱ھ کو آپ نے وفات پائی۔(اعلام النبلاء)

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تعلیمات:

شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ علمائے ربانیین میں بلند مقام کے حامل ہیں۔ انھوں نے زندگی بھر اپنے قول وعمل سے اللہ کے بندوں کو اللہ کی دعوت دی اور کتاب وسنت کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کی؛ لیکن افسوس آج ان سے محبت کا دم بھرنے والوں نے بھی ان کی تعلیمات سے انحراف کیا اور محض چند رسمی سی چیزوں کا کرلینا ان کے نزدیک محبت کی علامت ٹھہرا۔ ایسے میں سخت ضرورت ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تعلیمات کو عام کیا جائے۔ یہاں حضرتؒ کے مواعظ سے چند اقتباسات پیش کیے جارہے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ ہم سب کو حق کہنے، حق سمجھنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین

سب کچھ اللہ کے دستِ قدرت میں ہے:

☆ ارشاد فرمایا: بادشاہ ایک ہی ہے، نقصان پہنچانے والا ایک ہی ہے، نفع پہنچانے والا ایک ہی ہے۔ حرکت دینے والا ایک ہی ہے، سکون دینے والا وہی ایک۔ مسلط کرنے والا وہی ایک۔ مسخر بنانے والا وہی ایک۔ معطی اور مانع وہی ایک اور خالق وروزی رساں وہی ایک۔ یعنی اللہ عزّ وجلّ۔(فیوضِ یزدانی)

خالق کے سامنے تمام مخلوق عاجز ہے:

☆ ارشاد فرمایا: ساری مخلوق عاجز ہے نہ کوئی تجھ کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ بس حق تعالیٰ اس کو ان کے ہاتھوں سے کرادیتا ہے۔ اسی کا فعل تیرے اندر اور مخلوق کے اندر تصرف فرماتا ہے، جو کچھ تیرے لیے مفید یا مضر ہے، اس کے متعلق اللہ کے علم میں قلم چل چکا ہے، جس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔(فیوضِ یزدانی)

اصل محرومی اور اصل موت:

☆ ارشاد فرمایا: اپنے آقا کی خوشنودی سے محروم ہے وہ شخص، جو اس کی تعمیل نہ کرے جس کا وہ حکم فرماوے اور جس کا اس نے حکم نہیں دیا، اس میں مشغول رہے۔ یہی اصل محرومیت اور اصل موت اور اصل مردودیت ہے۔

(فیوضِ یزدانی)

رضا بر قضا:

☆ ارشاد فرمایا: اے خدا سے غافل! تو غیر کی طلب میں مشغول ہو کر اس کی ذات و رضا بر قضا سے غافل مت ہو۔ بسا اوقات تو اس سے فراخیِ معاش کا طالب ہوتا ہے اور کیا عجب ہے کہ وہ تیرے لیے فتنہ ہو اور تجھے علم نہ ہو۔ تو نہیں جانتا کہ بہتری کس چیز میں ہے۔ پس خاموش رہ اور جس حال میں بھی وہ رکھے اس میں اس کا موافق (مطیع) بنا رہ اور اس سے ہر حالت میں اس کے افعال پر رضا اور شکر کا طالب ہو۔ وہ رزق کی وسعت جس پر شکر نہ ہو فتنہ ہے اور وہ معاش کی تنگی بھی جس پر صبر نہ ہو، فتنہ ہے۔(فیوضِ یزدانی)

بندگی آزمائش کے وقت ظاہر ہوتی ہے:

☆ ارشاد فرمایا: اے کذاب! تو نعمت کی حالت میں خدا کو محبوب سمجھتا ہے؛ لیکن جب بلا آتی ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ گویا کہ اللہ عزّ وجلّ تیرا محبوب تھا ہی نہیں، بندہ تو آزمائش کے وقت ہی ظاہر ہوتا ہے۔(فیوضِ یزدانی)

آزمائش ضروری ہے:

☆ ارشاد فرمایا: آزمائش وامتحان ہونا ضروری ہے، خصوصاً دعویٰ کرنے والوں کا۔ اگر امتحان وآزمائش نہ ہوتی تو بہتیری مخلوق ولی ہونے کا دعویٰ کرنے لگتی۔(فیوضِ یزدانی)

اللہ کی نافرمانی کا انجام:

☆ ارشاد فرمایا: نفس جب اللہ کا مطیع ہو جاتا ہے تو اس کا رزق بہ وسعت ہر جگہ سے اس کو پہنچتا ہے۔ پھر جب نافرمانی کرتا ہے تو رزق کے اسباب منقطع اور اس پر مصیبتیں مسلط ہو جاتی ہیں۔ پس وہ دنیا اور آخرت دونوں کا خسارہ پاتا

ہوا ہلاک ہو جاتا ہے۔(فیوضِ یزدانی)

نفس کی مخالفت:

☆ارشاد فرمایا: اے نادان! تو چاہتا ہے کہ جس شے کو چاہے بدل دے، کیا تو دوسرا معبود ہے؟ چاہتا ہے کہ اللہ عزّ وجلّ تیری موافقت کرے؟ یہ معاملہ برعکس ہو گیا۔ اس کا عکس کر کہ راہِ صواب پائے۔ اگر تقدیری احکامات نہ ہوتے تو جھوٹے دعوؤں کی شناخت نہ ہوتی۔ تجربوں ہی سے جواہرات کھلتے ہیں۔ تیرا نفس جیسا حق تعالیٰ کے حکم پر راضی ہونے سے منکر ہے، ایسا ہی تو اپنے نفس کا منکر بن (تاکہ حق تعالیٰ کے حکم پر عمل کر سکے)۔

(فیوضِ یزدانی)

معرفتِ الٰہی کی علامت:

☆ارشاد فرمایا: جو شخص حق تعالیٰ سے واقف ہو جاتا ہے، اس کے قلب سے دنیا اور آخرت اور حق تعالیٰ کے سوا ہر چیز غائب ہو جاتی ہے۔ تجھ پر لازم ہے کہ تیرا وعظ (بات کرنا) خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو، ورنہ گونگا بنا رہنا ہی تیرے لیے بہتر ہے۔ ضروری ہے کہ تیری زندگی حق تعالیٰ کی طاعت میں خرچ ہو ورنہ تیرے لیے موت بہتر ہے۔(فیوضِ یزدانی)

اسلام رو رہا ہے:

☆ ارشاد فرمایا: صاحبو! (غور کرو) اسلام رو رہا ہے اور ان فاسقوں، بدعتیوں، گمراہوں، مکر کے کپڑے پہننے والوں اور ایسی باتوں کا دعویٰ کرنے والوں کے ظلم سے جو ان میں موجود نہیں ہیں اپنے سر کو تھامے ہوئے فریاد مچا رہا ہے۔ اپنے متقدمین اور نظر کے سامنے والوں کی طرف غور کر کہ امر و نہی بھی کرتے تھے اور کھاتے پیتے بھی تھے اور دفعتہً انتقال پا کر ایسے ہو گئے گویا ہوئے بھی نہ تھے۔ تیرا دل کس قدر سخت ہے؟ کتا بھی شکار کرنے اور کھیتی، مویشی کی نگہبانی و مالک کی حفاظت کرنے میں اپنے مالک کی خیر خواہی کیا کرتا ہے اور اسے دیکھ کر خوشی کے مارے کِلاڑیاں کرتا ہے؛ حالاں کہ وہ اس کو شام کے وقت صرف ایک دو نوالے یا ذرا سی مقدار کھانا دیا کرتا ہے اور تو ہر وقت اللہ کی قسم قسم کی نعمتیں شکم سیر ہو کر کھاتا رہتا ہے؛ مگر ان نعمتوں کے دینے سے جو اس کو مقصود ہے، نہ تو اس کو پورا کرتا ہے اور نہ اس کا حق ادا کرتا ہے؛ بلکہ اس کے برعکس اس کا حکم رد کرتا ہے اور اس کی حدودِ شریعت کی حفاظت نہیں کرتا۔(فیوضِ یزدانی)☆☆

استاد اور شہد کی مکھی

ایک طالبِ علم نے اپنے استاد صاحب سے عرض کی: استادِ محترم! آپ کے پیریڈ میں ہم بات اچھی طرح سمجھ جاتے ہیں، آپ کی باتوں کا لطف بھی اٹھاتے ہیں اور اس لیے آپ کے پیریڈ کا انتظار بھی رہتا ہے، لیکن جب ہم کتاب پڑھتے ہیں تو ہمیں وہ لطف حاصل نہیں ہوتا جو آپ کے پیریڈ میں حاصل ہوتا ہے۔ استاد صاحب نے فرمایا: شہد کی مکھی شہد کیسے بناتی ہے؟ ایک طالب علم نے جواب دیا: پھولوں کے رس سے۔ استاد صاحب نے پوچھا: اگر تم پھولوں کو یونہی کھا لو تو ان کا ذائقہ کیسا ہوگا؟ طالب علم نے جواب دیا: کڑوا ہوگا۔ استاد صاحب نے فرمایا: اے میرے بیٹے! درس و تدریس کا شعبہ بھی شہد کے مکھی کے کام کی طرح ہے۔ استاد شہد کی مکھی کی طرح لاکھوں پھولوں (کتب، تجربات، مشاہدات) کا دورہ کرتا ہے اور پھر اپنے طلبہ کے سامنے ان پھولوں کے رس کا نچوڑ میٹھے شہد (خلاصے) کی صورت میں لا کر رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی حفاظت فرمائے جو انبیاء کرام کے اس کام سے تعلق رکھتا ہے، ہمارے ہر استاد اور استانی کے لیے سلامتی ہو۔ اس حکایت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر کسی استاد کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ میرے درس میں شہد کے جیسی چاشنی نہیں، یعنی طلبہ دلچسپی نہیں لیتے تو دو وجوہات ہو سکتی ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ اس استاد نے شہد کی مکھی کی طرح پھول پھول کا دورہ نہیں کیا یعنی تیاری کے لیے صرف ایک کتاب پر تکیہ کر لیا۔ دوسرا یہ کہ شہد کی مکھی کی طرح اس استاد نے پھولوں کا رس نکال کر شہد بنانے کے بجائے طلبہ کے سامنے کڑوے پھول لا کر رکھ دیئے یعنی جیسا کتاب میں پڑھا تھا ویسا کا ویسا طلبہ کو سنا دیا اگر اس میں طلبہ کے ذہنوں کے مطابق مثالیں شامل ہوتیں، تختہ سیاہ یا دیگر تعلیمی آلات سے مدد لی جاتی، مناسب سرگرمیوں کا انتخاب کیا جاتا تو اس محنت کا نتیجہ میٹھے شہد کی صورت میں نکلتا۔ استاد کا کام شہد کی مکھی کے کام کی طرح سخت اور تھکا دینے والا ہے، لیکن اس کا نتیجہ بھی شہد جیسا لذیذ و شیریں ہے۔ (مولانا قاضی احسان احمد)

دعا کے آداب

مولانا ابوبکر حنفی شیخوپوری

دعا محض اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کا نام نہیں بلکہ یہ اہم ترین عبادت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”جو لوگ میری عبادت کے معاملے میں تکبر کرتے ہیں، وہ عنقریب رسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔“ (المؤمن:۶۰)

اس سے پہلی آیت میں چونکہ دعا کا مضمون ہے، اس لیے تمام مفسرین نے سیاق کا اعتبار کرتے ہوئے اس آیت میں عبادت کا مصداق ”دعا“ کو قرار دیا ہے، اور دعا صرف عبادت ہی نہیں بلکہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے عبادت کا مغز ہے، لہٰذا جب بھی اللہ تعالیٰ عبادت کی توفیق عطا فرمائیں، اس کے بعد دعا کا اہتمام کریں تاکہ عبادت کی روح حاصل ہو۔ قرآن وسنت میں دعا سے متعلق جو احکام آئے ہیں وہ پانچ قسم کے ہیں: (۱) دعا کے فضائل، (۲) دعا کے آداب، (۳) قبولیت دعا کی شرائط، (۴) قبولیتِ دعا کی صورتیں، (۵) قبولیتِ دعا کے مواقع۔ ہر ایک کی مختصر وضاحت بالترتیب پیش کی جاتی ہے۔

دعا کے فضائل:

قرآن وسنت کے تتبع سے دعا کی چار فضیلتیں معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا کا بڑا درجہ ہے، حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی عمل عزیز نہیں۔ (سنن ابن ماجہ)

دوسری فضیلت یہ ہے کہ دعا کرنے والا بندہ خدا تعالیٰ کی رداءِ رحمت میں آجاتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: تم میں سے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا، اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے گئے۔ (ترمذی)

تیسری فضیلت یہ ہے کہ دعا کرنے سے انسان اللہ کے غضب اور غصہ سے بچ جاتا ہے، حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے، اللہ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ (ترمذی)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دعا کی ایک چوتھی خاص فضیلت بھی ہے جو دوسری عبادات کو حاصل نہیں، وہ یہ کہ دعا اگر دنیا کے لیے کی جائے تب بھی قبول ہوتی ہے، جبکہ باقی عبادات اگر دنیا کے لیے کی جائیں ان کا اجر ضائع ہو جاتا ہے۔

دعا کے آداب:

دعا کرتے وقت تین آداب کا لحاظ ضروری ہے، جن کے بغیر دعا مؤثر ثابت نہیں ہو سکتی۔ پہلا ادب یہ ہے کہ انسان دعا مانگتے ہوئے اپنی تمام تر قلبی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے اور دنیوی خیالات سے دل کو خالی رکھے، حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: جان لو! اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا قبول نہیں فرماتے۔ (ترمذی)

دوسرا ادب یہ ہے کہ دعا کرنے کے بعد اس کی قبولیت کے بارے میں جلدی نہ مچائے، حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے فرمانِ نبوی منقول ہے: تمہاری دعائیں اس وقت تک قبولیت کے قابل رہتی ہیں جب تک ان کے بارے میں جلد بازی سے کام نہ لیا جائے (اور جلد بازی یہ ہے) کہ بندہ کہنے لگے کہ میں نے دعا کی تھی لیکن قبول نہیں ہوئی۔ (بخاری، مسلم)

تیسرا ادب یہ ہے کہ دعا قبولیت کا یقین رکھ کر مانگی جائے، حضرت ابوہریرہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان فرماتے ہیں: جب بھی اللہ سے دعا مانگو تو اس یقین کے ساتھ مانگو کہ وہ ضرور درجہ اجابت تک پہنچے گی۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ ہی کی روایت ارشادِ نبوی ہے: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو یوں نہ کہے کہ: ”اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، اگر چاہے تو مجھ پر رحم فرما اور اگر

چاہے تو مجھے روزی عطا فرما‘‘ بلکہ قبولیت کے پختہ یقین کے ساتھ مانگے، کیونکہ وہ وہی کرے گا جو وہ چاہے گا، کوئی اس سے زبردستی نہیں کروا سکتا۔(صحیح بخاری)

قبولیتِ دعا کی شرائط:

ہمارے معاشرے کا اکثریتی طبقہ نالاں ہے کہ ہم دعائیں تو بہت کرتے ہیں لیکن وہ قبول نہیں ہوتیں، مصیبتیں پہلے سے زیادہ گھیر لیتی ہیں اور پریشانیاں زندگی کو اجیرن کیے رکھتی ہیں، پھر نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ مایوسی کے بھنور میں پھنسا ہوا انسان دعا مانگنا ہی چھوڑ دیتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے ہم دعا قبول کروانے کا ماحول ہی پیدا نہیں کرتے اور ان شرائط کو یکسر نظر انداز کردیتے ہیں جو قبولیتِ دعا کے لیے شرط اور رکن کا درجہ رکھتی ہیں ،احادیث میں غور کرنے سے دعا کی دو شرطیں معلوم ہوتی ہیں۔پہلی یہ کہ انسان اپنی غذا میں حرام کی شمولیت نہ ہونے دے اور حلال وطیب اور شک و شبہ سے پاک غذا کا استعمال کرے۔حضرت ابوہریرہؓ فرمانِ نبوی نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ صرف پاک چیز کو ہی قبول کرتا ہے، اس نے اس بارے میں اپنے بندوں کو وہی حکم دیا ہے جو اپنے رسولوں کو دیا ہے، اس نے رسولوں کو ارشاد فرمایا’’اے رسولو! تم پاک اور حلال غذا استعمال کرو اور نیک اعمال کرو، میں تمہارے اعمال سے خوب واقف ہوں، پھر اہلِ ایمان کو خطاب کر کے فرمایا’’اے ایمان والو! تم میرے رزق میں سے حلال اور طیب چیز کھاؤ‘‘ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا کہ وہ لمبے لمبے سفر کرتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور کپڑے غبار آلود ہیں اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: ’’اے میرے رب! اے میرے رب! جبکہ حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا، پینا اور لباس حرام ہے اور حرام غذا سے اس کی نشوونما ہوئی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے۔(صحیح مسلم)

دوسری شرط یہ ہے کہ دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے ایسی چیز کا سوال نہ کرے جو شرعاً ممنوع ہو، مثلاً یوں کہے: اے اللہ! میرے لیے شراب کا انتظام فرما، العیاذ باللہ!

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندے کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کے بارے میں دعا نہ کرے۔(صحیحین)

قبولیتِ دعا کی صورتیں:

انسان جب دعا کرتا ہے تو اس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ ایک تو جو چیز میں نے مانگی ہے بعینہٖ وہی ملے اور دوسرا یہ کہ فوراً ملے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات حکیم ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ کون سی چیز انسان کے لیے مفید ہے اور کس وقت مفید ہے، لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ دعا میں کی گئی ہر تمنا پوری ہو، بلکہ جو چیز اللہ کے علم کے مطابق اس کے لیے موزوں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ وہ عطا فرماتا ہے، حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مؤمن بندہ کوئی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ یا قطعِ رحمی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ضرور عطا کرتا ہے، یا تو جو اس نے مانگا ہے، وہی عطا فرمادیتا ہے، یا آخرت کے لیے اس کو ذخیرہ کر لیتا ہے یا اس کے عوض کوئی مصیبت دور کردیتا ہے۔(مسند احمد)

قبولیتِ دعا کے مواقع:

اللہ رب العزت کا دربار ہر وقت اور ہر ایک کے لیے کھلا ہے، جو شخص جب چاہے اور جس وقت چاہے اس سے اپنی مراد مانگ سکتا ہے، وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہیں ہے جس تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کسی سیکریٹری کی چاپلوسی کرنی پڑے، لیکن احادیثِ طیبات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اہم مواقع ایسے ہیں جن میں دعا خصوصیت کے ساتھ قبول ہوتی ہے، وہ مواقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کے لیے عطاءِ رحمت کے پیکج ہوتے ہیں۔مولانا منظور احمد نعمانیؒ نے اپنی معرکۃ الآراء اور مقبولِ عوام و خواص تصنیف’’معارف الحدیث‘‘ میں ایسے دس مواقع بیان فرمائے ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں: (۱)فرض نمازوں کے بعد، (۲)ختمِ قرآن کے بعد، (۳) اذان اور اقامت کے درمیان، (۴)میدانِ جہاد میں، (۵)جنگ کے وقت، (۶)بارانِ رحمت کے نزول کے وقت، (۷)جس وقت کعبۃ اللہ آنکھوں کے سامنے ہو، (۸)ایسے جنگل اور بیابان میں نماز پڑھ کے جہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دیکھنے والا نہ ہو، (۹)میدانِ جہاد میں جب باقی ساتھی بھاگ جائیں، (۱۰)رات کے آخری حصے میں۔

☆☆ .... ☆☆

بمقام
مرکزی جامع مسجد بندر روڈ سکھر سندھ
زیر انتظام
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع سکھر سندھ
سالانہ
تحفظ ختم نبوت کانفرنس
بتاریخ
3 جنوری 2025 جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب
حافظ مولانا حمد اللہ صاحب
محافظ ختم نبوت پاسبان علماء دیوبند جبل استقامت بطل حریت
مرکزی رہنما جمعیت علماء اسلام پاکستان
سابق سینیٹر
حضرت مولانا سائیں عبد المجیب قریشی صاحب
تصویر امام العصر، ولی ابن ولی مفکر ختم نبوت
درگاہ عالیہ راشدیہ بیر شریف
حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب
وکیل ناموس رسالت خطیب پاکستان
مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان
مولانا مفتی محمد راشد مدنی صاحب
مناظر اسلام مجاهد ختم نبوة
مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان
خطیب اللہ والی مسجد بندر روڈ سکھر
سید محمد ہارون شاہ
نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر
مفتی نذیر احمد عثمانی
مولانا محمد صالح انڈھڑ
محمد مبشر حسین
برائے رابطہ
0302-3623805
0300-3131165
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ سکھر ڈویژن
(مولانا) محمد حسین ناصر
مرکزی مبلغ
0303-6631714,0332-4146316,0303-5561802